

کمال دہلی

قطعه تاریخ اشاعت رساله نذر جانک بدی کرشن جیبا فرم کرشن
 یہ وہ گلدستہ گلشن ہے کہ جس میں
 سال بھری ہو جسم پرست برکات
 داد کیا خوب سے تالیف کمال دہلی
 بابت ۱۰۹۰ جو رجب ۱۲۱۰
 فہرست مضامین

مضمون	نمبر	مضمون	نمبر
غزل محضو لڑا صاحب بہادر دہلی	۱	تراویات - سورج نرائن صاحب کراچی	۱۱
۲	۲	۱۲	۱۲
۳	۳	۱۳	۱۳
۴	۴	۱۴	۱۴
۵	۵	۱۵	۱۵
۶	۶	۱۶	۱۶
۷	۷	۱۷	۱۷
۸	۸	۱۸	۱۸
۹	۹	۱۹	۱۹
۱۰	۱۰	۲۰	۲۰
۱۱	۱۱	۲۱	۲۱
۱۲	۱۲	۲۲	۲۲

ایہ سب مضمونیں ہمارے اہل علم و جنوری پر شاد و جلالی
 علم اشاعت سے
 سہولت سے دیکھا جائے گا

شک
اعلا حضرت فلک فعت ناصر الملک مخلص الدولہ مستعد جنگیست
تھنٹ کرنل مرزا نواز محمد حامد علی خان ضابطہ ہادی سی سی آئی اسی
دام اقبالہم فرماں روای دار استر ریاست امپور

ہم سے بہت کچھ ہیں کس آن بان پر ہیں
تیر نگہ کے پیکار دونوں کمان پر ہیں
جو غار ہیں جن میں ملبسل کی جان پر ہیں
یہ خون عاققوں کے سب ایک پان پر ہیں
جتنے فرے اٹھائے اب تک بان پر ہیں
تو لے ہوئے وہ پیکار اپنے کمان پر ہیں
سارے جہاں کے صدرے آتش کمان پر ہیں
چھائے ہوئے انکے مکان پر ہیں
کرتی میں سر دہاں نامے زبان پر ہیں
موقوف ساری باتیں میرے بیان پر ہیں
اب آہ اور نالے سب آسمان پر ہیں
رنگت نکھر رہی ہے جو بن اٹھان پر ہیں
دو نیچے ہیں گویا اور دونوں سان پر ہیں
صیاد یہ مظالم تیری ہی جان پر ہیں
یہ تیر تیر قاتل ہر دم کمان پر ہیں

رخش کی ساری باتیں آن کی زبان پر ہیں
چھوڑا بیٹا کلچر ظالم تری نظر سے
فضل بہار آئی غنچے شک رہے ہیں
کیا کیا ستم کیے ہیں سرخی نے تیرے لہجے
کیسا ہے دل لگانا پوچھے کی کوئی ہم سے
سینہ پر کیا ہے اس آرزو سے ہم نے
دل کو عجب تڑپ ہے مٹی نہیں تلتی
بر باد ہو رہی ہے مجھ نا توں کی مٹی
بلبل سے کچھ نہ پوچھو کلیاں جو کھل ہی ہیں
جو کچھ ہے میرے دل میں کیا جانیں آپ کو
ہاتھوں سے دل کو کھویا آنکھوں سے خون یا
پوچھن ہوا ہے رخصت آئی ہوا آب جانی
آنکھیں تری غضب میں تیری جویں ستم میں
سب آشیان اچھا ہے دل بلبلوں کے توڑے
کلکیں تری نیکی چھوڑیں گی کس کو زندہ

جتنے اٹھائے صدرے آفت میں رشک ہم نے

مشہور ہیں وہ قصے سب کی زبان پر ہیں !!

بٹھا رکھا تھا۔ کہاں ہیں وہ اصحاب جو اس بات کے دعویدار ہیں کہ دلی والوں نے بعد میں لکھنؤ والوں کی تقلید کی ہے۔ یہ ان کا خیال کسی حالت میں بھی قائم نہیں رہتا۔ کیونکہ جو زبان اس نقیبہ سے میں موجود ہے یہی زبان اب بھی دلی میں بولی جاتی ہے لکھنؤ کی زبان کا اثر دلی کے اہل زبان پر ہرگز نہیں پڑا۔ اور نہ کوئی اس کی معقول وجہ موجود تھی۔ بلکہ دلی والوں میں وہ بمثل محاورات جو لکھنؤ والے اپنے کلام نظم و نثر میں بہت جاتے ہیں پسندیدہ لگاہوں سے نہ پہلے دیکھے جاتے تھے نہ اب دیکھے جاتے ہیں۔ ہٹ دہری اور خود ستانی تو دوسری بات جو ورنہ جو کچھ اصلیت ہو سب جانتے ہیں۔

اس نقیبہ سے میں جو کچھ زبان - شوکت الہ آباد - بندش - محاورات کا بے ساختہ چن موجود ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روز ازل سے ہر زبان کے ہی قلم کی بلا گردانی کے واسطے خلق ہوئی تھیں۔ لیکن لغات سے دیکھنے والی نگاہیں البتہ درکار ہیں۔ ایدہ

مر جا سالِ سنہ رجبی آئیں	دو ہزا عید ثوال و ماہِ سنہ و ریں
مشب و روزِ افتخارِ لیل و نہار	مہ و سالِ اشرفِ شہور و سنیں
گر چہ ہے بعدِ عید کے نوروز	لیک بیش از سہ ہفتِ مُعید نہیں
سوا اس آئیں دن میں ہولی کے	مجلسِ جا بجا ہوئیں رنگیں
شہر میں کو کب جو سیر و گلال	باغ میں سو لبو گل و سنہریں
شہر گویا منور گلزار	باغ گویا شکارِ حنا نہ چیں
تین ہتوار اور ایسے خوب	جمع ہرگز ہوئے نہ ہونگے کہیں
پھر ہوئی ہے اسی جہینے میں	منعقدِ محفلِ نشاطِ سنہریں
معصلِ غسلِ صحتِ نواب	رونی افزائے مسندِ تمکین
بزمِ گم میں امیرِ شاہِ نشان	رزمِ گم میں حریفِ شیریں
پیشِ گاہِ حضورِ شوکتِ جاہ	خیر خواہِ جنابِ دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشہ	جس کی قائم کا آفتابِ بگین
جن کی دیوارِ قصر کے نیچے	آسمان ہے گدائے سایہ نشین

دہر میں اس طرح کی بزم سہر
 انجم چرخ گوہر آگین فرخ
 راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے
 وہ نقشہ گاہ اہل کوسم و خیال
 واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم
 یاں زمین پر نظر جہانک جاے
 نفسِ مطربان زہرہ ذوا
 اس اکھاڑے میں جو کہ ہر نطنون
 سرورِ ہر شہر ہوا جسوار
 سب نے جانا کہ ہے پری تون
 نقشبِ ستم سمند سے یک سر
 فوج کی گرد راہ مشک فشان
 لبکہ بخشی ہے فوج کو عزت
 موکب خاص یوں زمین پر تھا
 چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام
 اور داغِ آب کی غلامی کا
 بندہ پرور ثنا طہ بازی سے
 آپ کی مدح اور میہ رائے
 اور پیراب کہ ضعف پیری سے
 پیری و نیستی خدا کی پناہ
 صرف اظہار ہے ارادت کا
 مع گستر نہیں دعا گو ہے
 ہے دعا بھی یہی کہ دنی میں
 نہ ہوئی۔ ہو کہی بروے زمین
 نورے ماہِ ساعسہ سیدیں
 ہے وہ بالائے سطح چرخ بریں
 یہ ضیا بخش چشمِ اہل یقین
 کہ جہاں گدیہ گر کا کام نہیں
 خالہ آسا بچے میں در شمس
 جلوہ لولیان ماہ جبین
 یاں وہ دیکھا چشم صورت میں
 بہ کمال تجمل و تزئین
 اور بالِ پری ہے دامنِ زین
 بن گیا دشتِ دامنِ گل میں
 رہ روو کے شامِ عطر آگین
 فوج کا ہر سپاہ ہے فریں
 جس طرح ہے سپہر پر پروں
 ران پر داغِ تازہ دیکھے وہیں
 خاص بہرام کا ہے زیب بریں
 مدعا عسکریٰ فرخِ شہر نہیں
 گر کہوں بھی تو کس کو آئے یقین
 ہو گیا ہوں نزار و زار و حزیں
 دستِ خالی و خاطرِ غمگین
 ہے قلم کی جو سجدہ ریز زمین
 غالبِ عاجزِ دنیا زد آگین
 تم رہو زندہ جاوداں۔ آمین

ایڈیٹور جنوری

۱۰۰/۱۰۰

۱۰۰/۱۰۰

رسالہ نیرنگ رامپو

بابت ماہ نومبر ۱۹۰۶ء میں "ایڈیٹر صاحب کمال دہلی اور ہم" کی سرخی سے۔ جناب لوی سید محمد نفی صاحب لکھنؤی نے اپنے ایک طویل طویل مضمون بہت کچھ رنگ آمیزی کی ہے جس کو یہی چاہتا ہے کہ اس کے ایک ایک فقرے کا جواب ترکی بہ ترکی اس پر لے میں دیا جائے جس سے جناب سید صاحب موصوف کی تمام علمی قابلیت اہل بصیرت پر عیاں ہو جائے۔ لیکن چونکہ ہم اپنے رسالہ کمال دہلی کو گلدستہ نیرنگ کا ہمنوا بنانا نہیں چاہتے اس لیے اس طویل طویل لفظی بحث میں پڑ کر ناظرین رسالہ کو مکدر کرنا منظور نہیں جس کا نتیجہ باہمی شکر رنجی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر سید صاحب معقولیت کے ساتھ کسی علمی بحث کو چھیڑتے اور اہل لکھنؤ جو مستند ملنے جلتے ہیں وہ بھی انکو اپنے زمرہ میں شمار کرتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ ہم نے تو جہاننگ سید صاحب کے مضمون پر غور کیا سوائے طعن و تشنیع کے کسی جگہ بھی انصاف اور تہذیب سے کام نہیں لیا ہے سعدی شیرازی پیچ فرما گئے ہیں یہ کس نیا موخت علم تیراز من کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

ہاں صاحب پیچ ہے۔ سید صاحب آپ موجود ہیں ہم مقلد ہیں۔ کہاں رسالہ نیرنگ اور کہاں کمال دہلی۔ جو اس سے ہم آہنگ ہو سکے۔ ارے صاحب کا محاورہ اہل لکھنؤ کے زبان زد ہو کر فصاحت کے دفتر میں رجسٹری شدہ ہے اور اس کے ساتھ تمام پوری الفاظ بھی پیٹ ہیں۔ ذرا نصف مزاج اصحاب غور فرمائیں کہ "ارے" کا لفظ دہلی میں اپنے سے چھوٹے درجے والے یا مبتدل لوگوں کے ساتھ گفتگو میں عموماً بولا جاتا ہے۔ لکھنؤی صحابہ نے اس قید کو توڑ کر بلا لحاظ غروی و بربرگی استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ صاحب کا پیوند بھی کتنا خوشنما لگایا ہے کہ ماخرا اللہ چشم بدور۔ اور پھر فصاحت کا دعویٰ سجان شدہ اپنے ہی منہ سے یہ میاں مٹھو۔

وہ اسم جو نہت بولے جاتے ہیں اس کے ساتھ فعل مذکر اس ترکیب سے لانا جیسے روٹی کھانا پڑی۔ دال کھانا پڑی وغیرہ۔ کتنا مضحک ہے۔ بالکل سرے پاؤں تک فصاحت

قربان ہو رہی ہے۔ اور اس پر یہ دعویٰ کہ دلی واسے ہمارے متعلقہ ہیں۔ لکھنؤ کی زبان خاص الخاص مضامین کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔

ہم مستند مانتے ہیں میر حسن دہلوی کے پوتے میر انیس کے مرثیوں کو۔ بیشک وہ خاص طور پر قابل داد ہے۔ لیکن عشرہ محرم میں صرف دس دن کے لحاظ سے ہندوستان بھر کے بڑے بڑے۔ نیچے۔ جاہل مرد عورتوں کے دلوں پر سکہ بٹھا دینا۔ دعویٰ کیا جی طلمات کا نمونہ ہے۔ ہم دور دراز زمانہ کی طرف کیوں جائیں۔ یہیں دیکھ دیجئے کہ حضرت منشی الملک داغ دہاری کا کام بتنا مقبول خاص و عام ہوا ہے۔ کبھی کسی لکھنؤی شاعر کے کلام کو بھی یہ رتبہ حاصل ہوا۔ اتنے شاکر۔ اتنی عزت و مرتبہ کی کو بھی بلا۔ بس یہی زبان سندھ پناور اسی کو کھسالی اوروں کہتے ہیں کہ جس سے سب یکساں علی قدر مراتب محظوظ ہوں اور وہ الفاظ اُن کے زبان زد ہو جائیں۔ ملک نے مان لیا ہے۔ اہل بصیرت قدر کرتے ہیں اور جمہور کا اتفاق ہے۔ اگر اس پر بھی کوئی مذہبی نہ سمجھے تو یہ اس کی آنکھ کا حضور اور اُن کی خطا ہے ذیل میں ہم اپنے معزز دوست جناب عبدالعلی صاحب نقاد اڈیٹر مخبر عالم مرزا آباد کا وہ مضمون جو اخبار مذکور کے صفحہ ۳۲ جلد ۳۷ مطبوعہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۷ء میں "شاعرانہ مذاق" کی سرخی سے شائع ہوا ہے درج کرتے ہیں۔ سید محمد نقی صاحب کراچی نے کئی کافی جو یقین ہے کہ ناظرین بھی اس سے لطف اٹھائیں گے۔

اڈیٹر شاعرانہ مذاق

"کمال" و "نیرنگ" میں جو ایک عرصہ سے دلی و لکھنؤ کے شعراء میں چھڑ چھاڑ ہو رہی تھی اُس کا قوفاز گزشتہ ہفتہ کے کمال میں اس طرح ہو گیا تھا کہ غوث بخش اصلاح سخن لکھنؤ کے لائق سکڑی خواجہ محمد عبدالروف صاحب حضرت۔ اور ایک لکھنؤی غازی شاعر مرزا جعفر علی صاحب لکھنؤ نے کمال میں اپنی اپنی چھٹیاں پیش کر دیں کہ لکھنؤ کے شعراء جس طرح سے ہمیشہ شعر لے دہلی کو نظر عزت سے دیکھتے رہے ہیں اسی طرح اب بھی

نظر وقت سے دیکھتے ہیں اور ہرگز شعر اے لکھو اس ناگوار حملے کے طر فدار نہیں۔ بلکہ چند اشخاص آپ کو سب سے زیادہ کے لقب سے لقب کر کے عام شعر لے دہلی و لکھنؤ کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کر رکھا ہے اور یہاں تک کہ خود اپنے استادوں سے بھی معرت ہو گئے ہیں۔ ان سے کسی لکھنوی شاعر کو ہمدردی نہیں نہ کوئی ان کے مشاعروں میں جاتا ہے۔ اس لئے وہ جو کچھ کہیں وہ اپنی جانب سے کہہ رہے ہیں۔ لکھنوی شعر کی طرف سے ان سے ہرگز شعر لے دہلی کو مثل شعر لے لکھنوی خطاب نہ کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ انہیں میں ایک مولانا سید محمد لغتی صاحب ہیں جو نیرنگ کے ورق پر ورق سیاہ کر رہے ہیں اور ایک چھوٹی سی بات کو بنگرانا کر کہہ رہے ہیں۔ آپ پر دراصل یہ شعر صادق آتا ہے۔

جو ایک اچھ کا مطلب تو ہاتھ بھر کی دعا اور ایک گز کی متائے دولت دیدار
کہیں اڈیٹر صاحب کمال نے اپنے کسی گزشتہ نمبر میں پوربی بول چال کی لکھنوی زبان میں ثمولیت کا ذکر کیا تھا۔ جسپر مولانا صاحب موصوف نے قریباً چار جزو قسمی قسم کے جوابات میں سیاہ کیے اور کرائے جس میں جا بجا ہم پر بھی عنایت فرمائی گئی ہے۔ اور اپنے مضمون کو جہاں شیطان کی آنت کہہ دینے پر تیار مانا ہے وہاں اس سے بڑھ کر سو اشیطان کی آنت بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور ہندوستان کی عام زبان لکھنوی زبان اس وجہ سے بتائی ہے کہ لکھنوی مرانی و فوسے جا بجا پڑے جاتے ہیں۔ اور وہی وہ لے مرثیہ گوہیں ہیں۔ تعجب ہے کہ جن چیزوں کو سال بہر میں صرف دس دن گایا جائے اس سے تو عام ہندوستان کی زبان لکھنوی بچائے۔ اور جو غزلیات بارہ مہینے گلی کوچوں میں گائی جائیں ان کا ملک پر کچھ اثر نہ پڑے۔ زمانہ جانتا ہے کہ ہندوستان بھر میں بجز شعر لے دہلی کے اور کسی جگہ کے شاعروں کا اس عام ثمولیت سے کسی جگہ کلام نہیں گایا گیا کہ ہر کہہ دے گا تا ہو۔ مثال کے طور پر شعر لے نال بہیہ ایک حضرت ضعیف الملک بہادر درغ مرحوم ہی کا کلام ہے کہ بچہ بچہ کی زبان پر ہے اور ہر محفل میں اسی کا رنگ پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہ مولانا صاحب بعض ایسی ہی بے سنی بات کہہ جاتے

ہیں کہ جس پر بے ساختہ کہہ دینا پڑتا ہے کہ آپ کی رائے عقل دراصل لونڈوں کے سبق ہی تک محدود رہ گئی ہے۔ جب ہی تو آپ کو نہ لکھنؤ والے لکھنؤ کا طرفدار سمجھتے ہیں نہ دہلی والے کچھ خیال کرتے ہیں۔ پھر ایسا شخص جو جی میں آئے کہے جائے کون سنتا ہے۔

دستان اردو

میرے نزدیک اب یہ بحث قریب قریب تمام ہندوستان میں طے ہو چکی کہ ہندوستان کی زبان اردو ہے۔ اگر ہندوستانی انگریزی زبان پر سستی سے نہ بھی تسلیم کریں تو وہ اس کو کیا کریں گے کہ تمام غیر مالک اس امر کو طے کر چکے کہ ”ہندوستان کی مادری زبان اردو ہے“ ایران۔ یاعرب یا روسی۔ یا چینی آدمی جب ہندوستان کے سفر کا قصد کرتا ہے تو وہ اپنی پہلی خواہش یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستان کی مادری زبان ٹوٹی چھوٹی آجائے اور وہ اس بنیادی خیال کو اردو کی تحصیلِ ختم کرتا ہے۔

آج چاہے کوئی اپنے گھر میں اس بات سے ”من سمجھوتہ“ کر لے کہ ہماری مادری زبان اردو نہیں ہے۔ لیکن اس دعوے کو کسی غیر ملک والے کے سامنے ثابت نہیں کر سکتا۔ جس طرح عطر کی کشید صندل پر کی جاتی ہے۔ اسی طرح اردو عطر کی کشید میں زبان سنسکرت کا صندل صرف ہوا۔ اردو اصل میں سنسکرت زبان سے ماخوذ کی گئی ہے اور یہی صفت اس کے لیے امتیاز بخش ثابت ہوئی۔ اگر اردو کے ڈھانے کے لیے سنسکرت کا سانچہ نہ لیا گیا ہوتا۔ تو اب تک کب کی اردو فارسی میں شامل ہو کر نیست و نابود ہو جاتی۔ اور ہم آپ سب سبھی زبان کو اپنی مادری زبان تسلیم کر چکے ہوتے۔

کیونکہ ہمارے حاکموں کی زبان فارسی تھی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ سلطنت کی زبان لوگوں کو خوشامد اور ضرورت سے حاصل کرنا پڑتی ہے۔

اردو زبان نے خود بخود پیدا ہو کر ہندوستان کی لاج رکھ لی۔ اور یہ خود روزِ زبان ایسی نبود سنسکرت سے قائم ہوئی جس کو کوئی سیلاب نہیں بہا سکتا۔ مثل ہے کہ کھونٹے کے بل تعمیر کو دتا ہے۔ اردو کی وہی سنسکرت کا ضامن ایسا مبارک

اگر واقع ہو کہ اسکی جڑ بنائے ذرا مشکل ہے۔

اسی تیس چالیس برس کے اندر انگریزی زبان کی باد صحر کا ایک جھونکا ایسا
آج اس سے گمان غالب تھا کہ اردو کا چراغ گل ہو جائے۔ لیکن اردو نے اس جھونکے
سے اپنی روشنی میں اور اضافہ کر لیا۔

بہت سے انگریزی الفاظ اردو میں شامل ہو گئے۔

اس تمام تفریک کا حاصل یہ ہے کہ ہندوستان کی مادری زبان اردو ہے
اور وہ قدرتی پیدا ہوئی اور اسکی قوت ایسی نہیں ہے کہ کوئی دوسری زبان اسکے
مٹانے میں کامیاب ہو۔ پھر ایسی زبان کی خوبیوں کو خاک میں ملا کر موجودہ حالت کو دیکھتے
ہوئے کسی دوسری زبان کی حمایت میں اس سے اختلاف کرنا ہندوستان کی
بد قسمتی کی دلیل ہے۔

اب اس جھگڑے سے آنکھ بند کر لو اور زبان اردو کو دیکھو تو تمام ہندوستان
کو ایک سخت مصیبت میں مبتلا پاؤ گے وہ یہ کہ اردو زبان کی کم مائیگی سے اس ہاشکے
لوگ محتاج ہیں کہ اپنی مادری زبان کے علاوہ ایک دوسری زبان تحصیل کریں تو علم کی
دولت ان کو حاصل ہو۔

بچے کے پیدا ہوتے ہی ماں باپ کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اپنے فرزند کو عربی فارسی پڑھا کر
مولوی صاحب یا انگریزی پڑھا کر پروفیسر یا مسٹر یا سنسکرت پڑھا کر بد پارقی بنائیں
فکر معاش سے اتنی جہلت اس زمانے میں انہیں ملتی کہ علمی فائدہ رسانی کی غرض سے
کوئی پڑھے لکھے بلکہ اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ آسانی سے روزی پیدا کرنے کا ذریعہ
حاصل ہو جائے۔ اس لحاظ سے کوئی انگریزی اسکول میں بھرتی ہوتا ہے۔ بی۔ بی۔ ایس۔
اور ایم۔ اے ہونے کے بعد سرکاری ملازمت کا سستی ہو جاتا ہے۔ سرکاری ملازمت
جو آجکل ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ کے ڈگری یافتہ آدمی کے لئے مخصوص ہو گئی ہے
اب سے بیس برس پیشتر ایک مولوی فارسی۔ اردو جاننے والے کو ملتی تھی۔ ملازمت
کے صیفے تو اتنے ہی ہیں جتنے پہلے تھے لیکن نوکری کرنے والوں کا گردو زیادہ

ہوتا جاتا ہے۔

فارسی اور عربی میں لوگ اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ کسی طرح طب پڑھ کے حکیم صاب
بچ کر چار پیسے کمائیں۔ تو یوں سمجھنا چاہیے کہ جو مصیبت ہندوستان کے ہر فرد کے
لیے ہے وہ کسی دوسری سلطنت میں کسی فرد کے لیے نہیں۔ یعنی اپنی مادری زبان کے
علاوہ بھی وہ ایک دوسری زبان ماحصل کریں۔ علمی غرض سے نہیں۔ بلکہ فکری ضرورت
سے۔ یہ اس لئے کہ ان کی زبان میں روٹی کمانے کے علوم کی کتابیں ہی نہیں۔ کیمیشٹری
کی کوئی کتاب مہسوط اردو میں نہیں ہے نہ کہیں طب اردو کے مدرسے ہیں۔

اردو میں اگر تمام علوم کا ذخیرہ جمع کر دیا جائے اور اردو ہر علم کے مدرسے مکتب
خانے کھل جائیں تو ہندوستان پر یہ مصیبت نہ پڑے کہ ان کی عمر کا زیادہ حصہ غیر زبان
کے سیکھنے میں صرف ہو۔ کسی اردو پڑھنے والے کو آپ عالم نہیں مان سکتے۔ اس لیے
کہ اردو کا خزانہ علم سے خالی ہے۔ اردو کے دعویدار دلی اور لکھنؤ والے ابھی تذکرہ قیامت
کی گتھی کے سلجھانے میں مصروف ہیں اور لفظی مناقشہ سے انکو فراغت نہیں ملی۔

میرے نزدیک اب وہ وقت آگیا ہے کہ اردو زبان میں علمی روح بھونکنے کی غرض
سے اب بالکل میل جول سے کام کرنا چاہیے۔ اور ایک دوسرے کے معینہ قواعد زبان
کو عزت اور احترام کی نظر سے دیکھنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو اس اختلاف کو طمان
چاہیے جس میں دلی اور لکھنؤ کے علاوہ ایک تیسرے اردو سیکھنے والے کو دلی یا لکھنؤ
کی تقلید کے فیصلہ کرنے میں اپنا زائد وقت صرف کرنا پڑے۔

سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اختلافی الفاظ کو دونوں طرح
جائز رکھ کر زبان کی وسعت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ مثلاً جس طرح نقاب۔ تہل۔
طرز۔ مذکر اور مؤنث دونوں طرح جائز سمجھے جاتے ہیں اور اس کے لکھنے لکھ کر کوئی اعتراض
نہیں کیا جاتا اسی طرح فکر کو بھی سمجھنا چاہیے۔ یا یہ کہ دلی لکھنؤ کے اساتذہ سخن سے متاثر
فیہ الفاظ پیش کر کے اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اس بات کی فکر کرنا
چاہیے کہ اردو میں علمی وسعت ہو ورنہ اردو زبان کی کم مانگی سے ہر کمزورتی نقصان

اسٹانائڈ کے گا

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت سکڑئی انجمن اصلاح سخن لکھنؤ

لفظ مسیحا کی تحقیق

اس رسالہ کمال دہلی بابت ماہ نومبر ۱۹۰۹ء ہماری پیش نظر ہے۔ حضرت شاد میرٹھی کے بیش بہا مختلف مضامین کا مجموعہ جس کا عنوان ”زبان اردو کے متعلق خیالات پریشان“ ہے پڑھنے کے بعد جی تو یہ چاہتا ہے کہ ہر نمبر پر کچھ خامہ فرسائی کیجیے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہم ایسا زور قلم کہاں سے لائیں کہ حضرت شاد کی طرح دیکھا کو کوزہ میں بھر دیں اور معرکہ الآرا مضامین پر دو حریفی فیضیاد صادر کریں۔ اس صرف بحث متروکات میں سے لفظ مسیحا کی نفی پر قلم اٹھانے میں۔ کیونکہ حضرت شاد کی قطعی رائے نے متقدمین و متاخرین فضلا میں سے تقریباً کسی کو غلطی کے بدنامہ داغ سے پاک نہیں رکھا۔ اور نہایت ناشکری ہوگی اگر ہم اپنے علم ادب کے محسنوں پر سے جنھیں اجداد معنوی قرار دیا جاتا ہے اس زبردستی کے چھپر کو اٹھا دینے کی فکر نہ کریں اور محض طبعی قلمی خامت سے پہلو تہی کر کے اپنی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکا لگا رہنے دیں۔ ساتھ ہی ہم مضمون نگار صاحب کی طبعی احترامات کی داد دینی بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اگرچہ وطن اور بود و باش کے لحاظ سے اہل زبان نہیں ہیں۔ نہ ہی۔ تاہم زبان اردو کے ساتھ اس درجہ دل چسپی رکھتے ہیں کہ اصلاح و ترمیم اور تراش خراش فرما کر اپنے خیالی سانچے میں ڈھالنا اور جدید ایجادات خربہ کا مینہ برسانا چاہتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں ”اکثر شعرا غلطی سے اسے مسیحا لکھ جاتے ہیں حالانکہ الف نداء کے ساتھ اسے بالکل خشنو ہے۔ لفظ مسیحا میں الف نہ آئیہ دیکھ کر جو تعجب ہوا تھا۔ امید تھی کہ چند سطروں کے بعد نوی دلائل و صریح شہادتوں کے معائنہ سے رفع ہو جائیگا لیکن مکرر پڑھنے کا بھی جب نتیجہ نہ نکلا تو ہمارا تعجب اس لیے حیرت سے بدل گیا

کہ انشا پر ادا و عا اور بقوت ندر و حضرت شاد در اے ظاہر کرتے وقت تھوڑی سی تکلف گوارا کر کے نگاہ غلط انداز لغات و قواعد فارسی پر بھی ڈال لیتے تو ہمیں اس عبارت کے لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ افسوس کہ جناب کی ذرا سی بے قہر ہی سے ماظرین رسالہ کے دل پر نشان ہوئے ۴

مجھے یہ وعویٰ نہیں ہے کہ لفظ مسیحا کے متعلق میری وہ تحقیق جو آئندہ ظاہر ہونے والی ہے قطعی صحیح ہے مگر علم اللسان و فن صرف کی مقہر شہادتوں و دقت و صحت کی کمیوں میں امید کہ آساندہ وقت اور اصحاب علم جلد فیصلہ صادر فرما کر مشکوٰۃ کی کا موقع دیکھے۔ مسیح خواہ عربی زبان کا لفظ ہو یا عبرانی و سریانی کا قرآن مجید میں مسیح ہی آیا ہو فارسی و اے مسیح اور مسیحا دونوں استعمال کرتے ہیں۔ بلحاظ استعمال فارسی لفظ مسیحا میں الف نذائیہ کا دھوکا ہوتا ہے۔ حضرت شاد بھی اسی دھوکے میں آکر اسے متروک کر چکے ہیں اور ایک عالم کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کو سوچنا چاہیے کہ یہ کوئی راجحوتانہ کا لفظ نہیں ہے جسکو اپنے خیالی سانچے میں ڈھال کر قبولیت عام کا تسمیہ حاصل کر لیجئے بلکہ فارسی و عربی لغات و قواعد میں تلاش کرنے کے بعد نتیجہ نکلے گا۔

لغات عربی و فارسی میں سے اس وقت صراحہ تھاموس۔ موبد الفضلار۔ کشف اللغات اور غنائ اللغات کو دیکھا گیا۔ قاموس اور صراحہ میں لفظ مسیحا کا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ اہل عرب کو اس تصرف میں دخل نہیں۔ نلا وہ ازیں عربی لٹریچر اسقدر بے ہاک بھی نہیں ہے کہ اہل عرب مقدس پیشوایان دین کو بے تکلف و ہفت تشبیہ بناتے رہیں۔ اور ہر معمولی چکنی چٹری صورت یا ادوا کے لئے کسی نبی یا مسکی محض قدرت سے جوڑا لے کر اخبار قدرت کے لئے عنایت فرمائی ہے استعارہ کر لیا کریں۔ یہی سبب ہے کہ عربی ادب اس قسم کی تشبیہات اور کنایات و مجازات سے قریب قریب محفوظ ہے۔

باقی کی تین کتابوں میں مسیح اور مسیحا دونوں لفظوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب لکھا ہو۔ اور عربی کی بعض دعاؤں اور حدیثوں میں بھی دجال کے ساتھ مسیح بکسر میم و تشدید سین وارد ہے۔ لیکن یہ ایسا فرق ہے کہ فارسی کی تحریر میں بغیر اعراب کے ادا نہیں

ہو سکتا اور زبان سے بھی تکلف و احتیاط کے ساتھ ادا کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہو معمولی گفتگو یا محفل کی تحریر میں اس کا امتیاز اہم ہے۔

تمام علم و فضلہ اور اساتذہ متقدمین و متاخرین فارسی نے نظم و شعر میں مسیحا بکثرت اور سچ شاذ و نادر استعمال کیا ہے۔ اور بیشتر ایسے موقعوں پر لائے ہیں کہ جہاں مذاکی ہو بھی نہیں پہنچتی۔ تو کیا ایسی جگہ جہاں مذاکی ضرورت نہ ہو حرف نہ ادا کیا جائے لانا موزوں اور درست ہو سکتا ہے۔ اور کیا انعامی۔ حامی۔ حافظہ معنی۔ جیسے اہل زبان۔ فاضل علامہ عصر ایسی فاش غلطیاں مسلسل کر سکتے ہیں۔ ان کے کلام تشکیلاً آخر مضمون میں ایک جگہ لکھے جائیں گے۔

غیاث اللغات میں الف مسیحا کی نسبت یہ عبارت ہے۔ مسیحا لقب حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ بدانکہ در قرآن مجید لفظ مسیح واقع است۔ پس زیادت الف نقصان فارسیاں باشند از ہذا محکم۔ دور رسالہ مہربان نوشتہ نو مسیحا معرب شیخاست کہ برشین وغار معجم باشند یعنی مبارک در زبان سریانی۔

بہر حال اضافہ الف کے ساتھ نقصان فارسیاں مانا جائے یا معرب ہونے کے باعث مختار تا زبان کہا جائے موجودہ صورت میں لقب او حکم ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ کسی نے نہیں لکھا کہ مسیحا میں الف ندائیہ ہے یا اسکے ساتھ حرف مذاکار مسیحا کو مذاکی بنانا جائز ہے۔ یا الف مذاکی نہیں ہے تو غلط و ناجائز ہے۔ حضرت شاد کے فوہ کلام سے چٹکتا ہے کہ مسیحا میں الف ندائیہ کے سوا اور کوئی الف ہو ہی نہیں سکتا۔ لغات اور اساتذہ کے کلام کو چھوڑ کر اب ہم آپ کو قواعد فارسی کی سیر کر رہے ہیں۔ الف مذاکار راہ راست صرف و نحو ہی سے تعلق ہے۔

حسن القواعد مولفہ مولوی نخب علی خاں صاحب اصلاح کردہ مولوی محمد حسن صاحب نالوتوی پروفیسر بریلی کالج میں حرف الف کے اٹھارہ معانی و فوائد لکھے ہیں جن میں سے الف مذاکے سوا ایک الف تنظیم بھی لکھا ہے۔ اسکی مثال میں لفظ طالب درج ہے۔

مفتاح القواعد مولفہ مولوی محی الدین صاحب سابق اسٹنٹ پروفیسر میونسپل کالج

اکہ آباد میں بھی الف لطیف آخر اسما و القاب میں بیان کیا گیا ہے مثال اسکی قصا ہے۔
 غیاث اللغات نے مجاز و رسالہ معربات جو بحث مشیخا کی لکھی ہے۔ ہم اسکی صحت اور
 غیر صحت سے بحث نہیں کرتے لیکن اصول صرف و کلام اساتذہ اور تحقیق اہل لغات کی مجموعی
 حالت پر غور کرنے سے ہمارا یہ خیال ہے کہ مسیح و تقال کو بھی کہتے ہیں اور معمولی تلفظ میں
 اس کا فرق معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور واقعی بات یہی ہے کہ عربی الفاظ کا تلفظ سب کو
 جس صحت کے ساتھ اہل عرب ادا کر سکتے ہیں دوسرے ملک والوں سے نہیں ہو سکتا۔
 اس لئے اہل فارس نے اس ذم و قباح سے بچنے کے لئے یہ لحاظ ادب حضرت
 عیسیٰ بروے قواعد مسیح کے آخر میں الف لطیف بطحا ویا اور کثرت استعمال سے وہ الف
 مثل جزو اصلی کے ہو کر وضاحت اور روزمرہ میں داخل ہو گیا اس الف نہ اس کے تعلق
 نہ کہی ہوا تھا نہ ہے۔ نہ ہو گا۔

حضرت شاد کو دھوکہ پردہ ہو گیا یہ سچ کہ حضرت ضعیف الملک مرحوم کے اس شعر میں
 علاج درود دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا تم اچھا کر نہیں سکتے میں تھا جو نہیں سکتا
 مسیحا کے الف کو الف نہ کی مثال قرار دیدیا۔ گو اہل فارس اور شمس آباد کو کہیں کہیں مسیح
 بغیر الف بھی کہتے ہیں لیکن اس شعر میں مسیحا کا الف وہی الف تطبیعی ہے۔ اور حرف مذکر
 محذوف ہے۔ یسین کلام اور غایت وضاحت ہے کہ حرف مذکر کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی بلکہ
 و ترکیب الفاظ سے خود بخود ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت ذرا غور کے ساتھ بار بار اس شعر کو
 پڑھیے تو میرے اس قول کا لطف اور شعر کی لطافت کا مزہ اٹھائیے گا کیونکہ جو کہانی
 اصول تھے وہ تو تحریر میں آگئے۔ یہ لطف مذاق سلیم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ قدرتی
 شے ہے۔ زبان و قلم سے ادا کرنا سخت دشوار ہے۔

علاوہ ان باتوں کے عقل کبھی نہیں مان سکتی کہ صد ہا برس سے ایک عالم کا عالم
 جس میں بڑے بڑے محقق فضلاء بالکمال ہوتے رہے ہیں غلطی کرتا چلا آئے۔ اگر وہ تمام
 بزرگوں کے اشعار تفیلاً سمجھنے والا ہوں اس معمولی غلطی کو بھی غموس نہیں کر سکتے۔ تھے تو
 انکی استادی اور ان کا مصلح علم معلوم ہے۔

سیچا چونکہ فارسی کا مستقل لفظ ہے لہذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اہل فارس کا اسکی نسبت کچھ خیال ہے۔ یہ کوئی اُردو کا لفظ یا محاورہ نہیں ہے جسکو اہل ہند قرار دے دیں ہوں دوسری زبان کے ایسے لفظ پر جسکو اُس زبان والوں نے بالاتفاق مان لیا ہو اور وہ رائج کر چکے ہوں اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ اگر اہل عرب یا فارس اہل ہند کی زبان یا محاورے پر اعتراض کریں اور کسی صحیح لفظ کو غلط قرار دیں تو کون تسلیم کر سکتا ہے میں نے اچھے بخود نہ پسندی بردیگر ان پسند

اساتذہ فارس نے لفظ سیچا کی تصحیح یہاں تک کی ہے کہ اُس سے سیچائی باصنافہ یا ئے مصدر می مصدر بنالیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی معمولی آدمی کے نام کیساتھ الف نذالکائیں اور اُس میں یا ئے مصدر می لگا کر مصدر گہر لیں۔ ہرگز نہیں۔ جب یا می مصدر می کے ذریعہ سے مصدر بنا یا جاتا ہے تو وہ ہم صفت ہوتا ہے اُس میں کوئی معنی وصفی ضرور ہونے چاہیے جیسے دُکبر سے دُکبری۔ رہنما سے رہنمائی۔ اہل فارس نے سیچا کے تقویت میں اِس درجے بہت صرف کی کہ ضرورتاً اُسکی علمیت کو مٹا کر ہم صفت بنایا تاکہ تنگی می حالت پیدا ہو کہ مصدریت کی لیاقت حاصل کرے۔ مگر ہمارے کم پروہ اُسے اب بھی نقش بر آب سمجھتے ہیں۔ وسعت نظر اسی کو کہتے ہیں اور قدرِ تحسین اسی کا نام ہے۔ اب اساتذہ اور شعرے فارس کے وہ اشعار پیش کئے جا۔ تے ہیں جن میں لفظ سیچا کا استعمال ہوا ہے۔ انکے ملاحظہ کے بعد ہمارے مکرم حضرت شاد فرمائیں کہ ان میں کونسا شعر ایسا ہے جس میں سیچا کا الف نذالکے معنی دیتا ہے۔ اور کیا اب بھی اُسے سیچا کہنا جائز نہ ہوگا؟

شعر

مبشر نام یا تخلص

- ۱ غنی مہ جان بخش و تازہ صبرت رخیت در عالم زہر آسینہ پیشِ انفس دیدم سیچا را
- ۲ بلالی زبان خطاب و لب لعل گزشتن نتوان گر بعد مرتبہ اند خضر و میچا گزرم
- ۳ غالب درو شوق نیم ننگدل از بیم ہلاک خضر این دشت زخوبی بچھا ماند

شعر

تخلص

- ۴ ماب مروں بدر عشق پر نیا بربرست باز ندی خضر و سیجا برابرست
۵ " از لطافت مار پای دل نمی آید چشم ورنہ سوزن از گریبان سیجا میکشم
۶ حافظ فیض بوع القدس از باز مد و فرایند و گراں ہم بکنند آنچه سیجا میکرد
۷ عرفی لبست بجنده مرا می کشد چه بد بخشم کرداد و خوس اہل بخت من سیجا را
۸ " شہید او کہ بود آب و رنگ یا قوتش بنند خضر و سیجا بدوشش تا بولش
۹ " پیغمبر یابی یاد کردم از شہید این تو گشتم زندہ دل کشتہ عشق تو اعجاز سیجا میکنند
۱۰ " میر طہر شش آفاق خضر خان کہ لطیف جانیش ہر دمش معجزہ خضر و سیجا بستم
۱۱ " نظامی بہار و نیش خضر و سی دواں سیجا چہ گویم بہ موبک رواں
۱۲ " بیدر چلچ صبح بر کتف یہودانہ زندہ پارہ زرد دام جاں بخش چو انفاس سیجا آورد
۱۳ " احمد جام کرمے یک نفسی فضل : سائت برسند طالبان بہتر از انفاس سیجا بینند
۱۴ " قاضی گفتش لے ترک در لبان تو کوئی رحل اقامت فکندہ است سیجا
۱۵ " " فراز کنگرہ مالیش امتان کلیم ہزار مرتبہ در پایہ از سیجا بر
۱۶ " انشا اللہ عکس رخ ساقی سے ہوا جام جوش خورشید یہ کانپاک سیجا کو عشق آیا
۱۷ " مومن تلخ کامی بر مجھے تجکوب شیریں پہ ناز آمرے جادوست اعجاز سیجائی ملا
۱۸ " " اعجاز جان و ہی ہے ہمارے کلام کو زندہ کیا ہے بننے سیجا کے نام کو
۱۹ " ذوق قیرا پیار نہ سنبھلا جو سنبھالے کر چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو سیجا لیک
۲۰ " رند موت آئے یارب اس گل رعنا کے سننے حسرت ہے جان نکلے سیجا کے سنانے
۲۱ " زکی دہلوی جو گئے خاک رہے شوق میں ہم خضر ہو کوئی - سیجا کوئی
۲۲ " ناسخ بات جو میرے سیجا کی ہر اک اعجاز ہے جان آجائے تن بجان میں وہ اعجاز ہے
۲۳ " دلع دہلوی لب عاشق بیمار پہ کھولا نہیں جاتا دم بند سیجا کا ہے بولا نہیں جاتا
۲۴ " " تمہاری آنکھ جو بیمار دل بیمار چو اپنا کسی کے ہم سیجا ہیں کسی کے ہم سیجا
۲۵ " اس موقع پر ہم اپنے کرم حضرت شاد سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اشعار نمبر ۲۳ و ۲۴ کو

پڑھنے کے بعد بھی آپ کو یہ دعویٰ ہو گا کہ حضرت داغ نے مسیحائے الف کو ناپائیدار کیا ہے۔
یہ بھی غلطی نہ رہے کہ جناب موصوف نے اپنے مضمون میں حرف اور کی بحث کے متعلق
حضرت نصیح الملک بہادر مرحوم پر بھی حملہ کیا ہے۔ چونکہ لفظ مسیحائی کی بحث کو نہ پٹا مل ہو گیا ہے
اور یہ بھی خیال ہے کہ غالباً متبعان حضرت نصیح الملک مرحوم میں سے کوئی صاحب اپنے
فرض کو ادا کرینگے اس لیے بالفعل اُس کے متعلق میں اپنے خیالات کو روکتا ہوں۔
لیکن ان کا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس ”آؤر“ کی لطافت بھی طبع و مذاق سلیم
سے تعلق رکھتی ہے ۞

سید محمود حسن - ناقد - رضوی دہلوی

مشرقی سوماٹر کی بت پرست قومیں

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر گذشتہ

جرات نہیں کرتے اگر شادی کر بھی لیں تو انکی اولاد اپنے آپ کو باشندہ میلے یعنی
مسلمان کہلاتی ہے جو اپنے بزرگوں یعنی قوم کیوبو سے سخت نفرت رکھتی ہے۔ سوماٹرا
کی دیگر قوموں نے بھی گذشتہ چند سالوں میں مسلمان ہو کر اپنی اصلیت کو چھوڑ دیا ہے
کیونکہ پہلے جب ہندو ہٹا سلام قبول کرتے ہیں تو میلے والوں کی عادات کی تقلید کرتے
اور اُن کے قائم مقاموں سے عہدہ سنبھالنے کو بڑا فخر سمجھتے ہیں۔

اس گروہ میں اندر گری۔ اورنگ سیک اور علاقہ لیمونگ کی اورنگ انبگ قومیں
بھی شامل کیجا سکتی ہیں۔ مگر سب سے مشہور بینک (جو اپنی نسل میں معزز گئے جاتے ہیں)
گیوس (جس کے حالات سنوک ہر گروہ کی تاریخ انسان میں پائے جاتے ہیں) اورنگ لو
اور کیوبو کی قومیں ہیں۔ جنہوں نے اب اپنے قریب رہنے والی مسلمان قوم بینک کی
عادت و خصلت کو حاصل کر لیا ہے۔ موجودہ زمانے میں سولے کیوبو کے یہ سب قومیں
سوماٹرا کے اصلی باشندوں کی عادت و خصلت کے سیکھنے کے قابل نہیں ہیں اس لیے

یہ ایک اچھا موقع سمجھنا چاہیے کہ حال ہی میں مشرقی سوماترا کی ریاست سیباک کے جنگلوں میں ایک ایسی اصلی آباد شدہ قوم پائی گئی ہے جسے ابھی تک غیر قوم میں اپنی رشتہ داری نہیں کی اسکو اورنگ سکھائی کہتے ہیں جسکو ۱۸۸۵ء میں ٹیچ کے دو مصنفوں و نرجن ون الیمپڈ اور ایمنزون انروج نے دریافت کیا ہے مگر یہ دونوں مصنف نہ اس قوم کے جنگلوں میں پھرے ہیں اور نہ ہی اس قوم کی بسینوں کو دیکھا ہے کیونکہ جو سنی سنائی تاریخیں وہ ظاہر کرتے ہیں وہی خود سیلے والوں نے بھی بیان کی ہیں علاوہ بریں ٹیچ کے دونوں مصنف ان لوگوں کی نسبت بہت ہی کم واقفیت رکھتے ہیں وہ ان لوگوں کی صرف پانچ قومیں جنگلوں میں لیا کہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان میں جنگلوں میں بہت سے قومیں اور ان کو بالکل نا آشنا ہیں نہ انکو کسی قوم کا نام معلوم ہے اور جو نقشہ سرکاری طور پر بنا ہوا ہے اس میں بھی قوموں کی رہائش کی علاقہ و ظاہر کی گئی ہیں جو پانچ قومیں ٹیچ مصنف نے ظاہر کی ہیں ان کے نام ایو بیٹن بیٹن سیلیو-کیمپونگ کینڈس-بیٹن ٹینگس-کیمپونگ بیٹن-ہیں- یہ نام ان دریاؤں کے نام سے اخذ کیے گئے ہیں جن کے کناروں پر یہ قومیں آباد ہیں- لیکن بیٹن لیا کی قوم اس وجہ سے بیٹن سیلپین کے علاقوں میں آباد ہو گئی ہے کہ وہ علاقے زیادہ سرسبز و شاداب ہیں اور بیٹن سیلپین کے نام- بیٹن مید جلیو-بیٹن پٹیا-بیٹن سوئی برٹو-بیٹن سمونائی-بیٹن سٹیگر-کیمپونگ بسل-بیٹن برٹو-آلو لیٹونگ لیو بیٹن- چونکہ ان قوموں کے سرداروں کا لقب بیٹن ہے اس لئے انکو اورنگ بیٹن کہتے ہیں اور سکائی ان کے مقابلہ میں بہت حقیر مانے گئے ہیں اور بیٹن سیلپین- اور بیٹن لیا- قریباً قوم فوری کے برابر ہیں جو عموماً اسٹریلیا میں بھی پائی جاتی ہیں- مگر انکو سکائی ہی کہنا چاہیے- یہ روکن کری کی حد پر آباد ہیں- یہ ملک (روکن کری) گزشتہ چھ سالوں سے ٹیچ والوں کے قبضہ میں آ گیا ہے- یہ قوم سکائی اب مسلمان ہو کر بالکل سیلے والوں سے مل جل گئی ہے- اور منڈا سکائی سلطان سپاک (دج پھیلے سال) لہی ملک بقاء ہو گیا ہے کی رعایا کہلاتی ہے-

مشرقی سوماترا کا پتھر بلا میدان قریباً بہت گنے جھگلوں سے چھپا ہوا ہے اور

انہیں دریاؤں اور نالوں کے ذریعہ سے بذریعہ کشتی وار پار جاتے ہیں۔ مشرقی سوہاڑا کی بت پرست قوموں میں سے جو قوم اس میدان میں سب سے پہلے نظر آتی ہے وہ اورنگ اکٹ ہے جو ملک منڈا میں پینینہ دریا کے کنارے پر موضع کیمپونگ پینینہ میں رہتی ہے۔ اس گائو کے تمام مکانات دریا کے صین کنارہ پر لکڑی کے تختوں پر تعمیر ہوئے ہیں جو رسوں سے بانڈ کر محکم کئے ہوتے ہیں۔ گھروں کی دیواریں درختوں کے ستلوں کی اوجھٹ خشک کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ہے۔ مگر چولے تیلے والوں کی طرح معمولی طریق کے ہیں۔ یعنی صرف لکڑی کا ایک چوکوشہ فریم مٹی اور راکھ سے تھوپا جو اس پر تین پتھر باہم جوڑ کر کھانا پکانے کے برتن کا کام لیا جاتا ہے ان گھروں میں معمولی اسباب ہوتا ہے۔ یعنی صرف پتوں کی چند چٹائیاں۔ پھلوں کے خول کی چند بوتلیں۔ مختلف وضع کے چندھاؤ۔ ایک بڑی چھڑی۔ لوہے کے چند برتن اور تھالیاں۔ اور مچھلی پکڑنے کے اوزار۔ یہ سب چیزیں قوم اکٹ کی اپنی ساختہ نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے علاقے کے ان چینی بساطیوں سے خرید کر وہ ہوتی ہیں جو اقوام بت پرست میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اکٹ قوم کی کوئی چیز بھی اپنی ساخت سے نہیں ہے یہاں تک کہ کپڑے بھی تیلے والوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اوائل میں یہ قوم درختوں کے پتوں سے اپنا بدن ڈھانکتی تھی جو اصل میں سمندر کے کنارہ پرستی تھی۔ اس قوم نے ریاست بنگ کیلس کے ارد گرد تیلے والوں کے طریق پر اپنی بستیاں بنائی ہوئی ہیں۔

اقوام اکٹ میں سے دو قوموں نے ملک کے اندرونی حصہ میں بھی اپنی بستی بنا رکھی ہے۔ یعنی پھلیہ اکٹ۔ اور سیاکاکٹ یونوں تو میں پکین بارو کے نزدیک سیاک کے بالائی حصہ پر بھی رہتی ہیں۔ قوم پینینہ نے ایک چھوٹی سی ندی سے اپنا نام اندکیا ہے جو منڈا کے بائیں جانب واقع ہے۔ چونکہ یہ قوم بالائی حصہ پر آباد ہے اور ان مکانات کی تعمیر کے لیے تختوں کا لیجانا دشوار ہے اس لیے یہ قوم دریا کے پانی کی بجائے اپنی جھڑپا خشکی پر بناتی ہے جو انسانی زلیست کے لیے سخت خطرناک ہیں کیونکہ مٹی کے ڈھیر پر صرف ایک چھوٹا سا چوترہ بنا کر اس پر ترھی چھت ڈالی جاتی ہے۔ اور یہ جھونپڑیاں اس قدر

ہنگ اور انکی سقف اتنی نیچی ہوتی ہے کہ چپٹ قد کا آدمی بھی ان میں سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ یہ جھونپڑیاں ظاہری صورت میں مرعی خانوں کی شمشکل نظر آتی ہیں۔ اسکے مقابلہ میں سیلوں کی قوم ویدرا کی جھونپڑیاں اچھی ہیں۔

ان جھونپڑیوں میں سے ایک جھونپڑی میں انسانی عقل کا ایک نہایت عمدہ اور مفید آلہ دیکھنے میں آیا ہے۔ یعنی لکڑی کی ایک پھکنی جسکی چوٹی پر ایک لکڑی کی سنگین اور دوہرین۔ اور اسی قسم کا بانس کا ایک ٹکڑا جس پر لوہا کی قوم اورنگ جین بھی استعمال کرتی ہے، جس میں ہرچہرے رکھنے کے لئے ایک تالی سی بھی ہوتی ہے اور ان برجیوں کو سنبل القبا کی آب دیکھائی ہے +

اورنگ جین اور اکٹ کی یہ باہمی عقلی موافقت تاریخ انسانی کی تلاش سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ پنیشہ کی قوم اکٹ کے چودہ آدمیوں کی پیائش سے آٹھ آدمی اورنگ جین کی طرح اصلی قد و قامت کے پائے گئے ہیں یعنی ہر ایک بہت ہی پست قد کا بائین ۱۴۳ و ۱۵۳۔ انہ کے اور بال نہایت ستمرے مگر سر شکاری کتے کے سر کی طرح جس کا بچکر ۸۰ سے ۹۰۔ اچھ کا ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ مشہور کرنوالی انکی عام صورت ہے۔

پنیشہ قوم کے چار آدمی ایسے دیکھے گئے ہیں جن کے قد بہت طویل اور سر کے بال موج دریا کی طرح ادھر ادھر بکھرے ہوئے یہ صورت قوم سکائی کی عورتوں کے ساتھ قوم اکٹ کے مردوں کی شادی ہونے سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ پنیشہ اکٹ قوم اصل میں ٹیٹینیشیہ تھی جس نے اپنی بستی چھوڑ کر قوم سکائی کی بستیوں میں آبادی کر لی۔ جیسا کہ پہلے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ یہی معلوم ہوا ہے کہ بعض اکٹ آدمیوں نے اپنے ہاں کی قلت عورت کے سبب قوم سکائی کی عورتوں سے شادی کر لی ہے جو اپنی قوم کی پُرانی بسینوں میں آباد تھے جسکی تصدیق خود قوم اکٹ کے آدمیوں کی زبان ہی ہوتی ہے مگر انہیں بھی دو آدمی مختلف وضع کے پائے گئے ہیں۔

(باقی آئندہ)

اووہم سنگھ سردار۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ہریشری

بد نصیب گائے

اوفتنہ ساز و یکجہا کاریاں نہ کر
 مجھ سے دمِ انیسر یہ عیاریاں نہ کر
 قصا کے سپرد نہ کر مجھ غریب کو
 میرے لبوں میں ہاتھ نہ بھر کینہ ساز۔ تو
 بکیں سپر نہ دستِ تقدی دراز تو
 خواہاں نہ ہو تو ظلم رسیدہ کی جان کا
 سامان قتل کا نہ مرے ناسپاس کر
 دل میں ذرا خیال تو ناحق شناس کر
 تو مرتے دم جواب نہ دے خانہ زاد کو
 کیوں زار و ناتوان کے پیچھے پڑے تو
 کیوں حید بے زبان کے پیچھے پڑے تو
 تو اپنے سر بُرائی نہ مجھ کو مار کر
 لچل نہ چوک میں مجھے نیلام کے لئے
 کیا تیرے دل میں رحم نہیں نام کے لئے
 کیوں کان ہر کے تو نہیں شناس میری
 گردن پر اپنی خون نہ لے بے گناہ کا
 اٹھا بلائے جاں نہ ہو مجھ خیر خواہ کا
 مجھ کو نہ مار کشتہ رنج و تعب ہو نہیں
 کیوں بے کسی میں ساتھ مرا چھوڑتا ہو تو
 کیوں میری التجاؤں سے مٹنے موڑتا ہو تو
 کیوں خاک ڈالتا ہو فداؤں پر تو میری

مجھ بے گنہ کے قتل کی تیاریاں نہ کر
 میں گناہ بے زباں ہوں تم گناہیں نہ کر
 دم توڑنے لے لئے ہی گھر بھریکے
 پھیلانا اتنا دامنِ صدمہ ص و آرزو تو
 نیکی بدی کا سوح نشیب و فراز تو
 انسان ہو تو صبر نہ لے ہیزبان کا
 خدمت گزار یوں کا مری کچھ تو پاس کر
 میں بھی تو جان رکھتی ہوں خر قیاس کر
 صدقے میں اپنے چھوڑے مجھ نامراد کو
 کیوں ہاتھ دھو کے جان کے پیچھے پڑے تو
 دودن کے سپہان کے پیچھے پڑا ہے تو
 تیر ستم نہ میرے کیلجے کے پار کر
 تو کوششیں نہ کر مرے آرام کے لئے
 ایتا ہے جان کیوں طبعِ عام کے لئے
 نقشِ بر آب ہو گئیں سب نیکیاں مری
 کچھ تو خیال کر میرے حالِ تباہ کا
 ظالم ستم بھی اچھا ہے۔ بس راہ راہ کا
 پیری میں فرطِ ضعف سے خود جانیں نہیں
 کیوں مجھ فلک زدہ پر ستم توڑتا ہے تو
 کیوں اور بھی نصیب مرے چھوڑتا ہے تو
 سب خدمتوں کو بھول گیا کیسے جو میری

بد نصیب گائے
 بد نصیب گائے

مندرجہ بالا نظمیں بریلج بہادر صاحب برقی دہلوی کی تصنیف سے چھپنے ماسقادرنگ کے علاوہ اس نچل نظم میں جو جویاں پیدا
 کی ہیں وہ بہت کچھ قابلِ داد ہیں ہم انکی نوجوان طبیعت کی واسطے دعا کرتے ہیں کہ وہ روزِ غمروں کے معاذل علی کرئی رہے
 ورنہ میرے کہ ہمارا رسالہ آپ کے ایسے مفید اور دلچسپ مضامین سے آئندہ بھی خالی نہ رہے گا۔ ایڈٹر

لایچ میں پڑکے اپنے زکھو ہوش۔ یاد کر
 برسوں کیا ہے دودھ مرانوش۔ یاد کر
 پانی کے میرا دودھ ہوا شیر اسقدر
 دیکھ اپنے منہ کو۔ اپنے گریباں میں ڈاکٹر
 عین تیری ماں ہوں میں ذرا تو خیال کر
 لیکن مجھے نہ بیچ قضائی کے ہاتھ تو
 تو میری نیکیوں کا ذرا دل میں کر شمار
 کڑیاں اٹھائیں لاکھ سہیں سلتیاں ہزار
 ہر روز صبر و شکر سے کھا کر جھلا برا
 بے عذر کھائی تو نے کھائی جھٹک گھاس
 اسپر بھی غم و غم کو چٹکنے دیا نہ پاس
 انوس غفلتوں کاٹ یہ صدمہ مجھے
 بچوں نے میرے تیرے لیے بل چلائے ہیں
 کن حصوں پر اپنے آہمنوں بوجھ اٹھائے ہیں
 پھر بھی تو ان پر رحم نہ کھایا کسی طرف
 اب تک ہوئی ضعیف تو صورت سے خار ہے
 مجھ خاکسار سے ترے دل میں خبار ہے
 معذور و دودھ دینے سے جو اچکل ہوئیں
 کیا تیرے ہاتھ اٹیکاب بھی کر مجھے
 لے لیگا مول کوئی قضائی اگر مجھے
 لے جائیگا وہ مجھ کیلے میں گھیر کر
 تجھ سے بصد نیاز ہے یہ التھامری
 گردن بلا میں تو نہ پھنسا بے خطامری

میری وفا میں زود فراموش۔ یاد کر
 پہلے ہی تھا تیرا تن و توش۔ یاد کر
 پیاسا ہر خون کا مرے اندھیرا سقد
 اتنا بڑا کیا ہے تجھے میں نے پال کر
 بہتر ہے اپنے ہاتھ سے مجھ کو صاف کر
 اتنا دم اخیر تو نے میرا ساتھ تو
 برسوں پلائی جو تجھے امرت کی میں نے دیا
 ہونے دیا نہ تھکو کسی طرح دیر بار
 رکھا ہر نعمتوں سے ترا گھر بھر آیا
 جیسا بلا نصیب پانی۔ بھجائی پیاس
 ہر وقت میں تو تیری منائی رہی ہوں سن
 اب بھی ترے ستم کا نہ ہو گا گد مجھے
 منکے ہی دم سے کھیت ترے ہلکائے ہیں
 الفصد ہر طرح وہ ترے کام آئے ہیں
 محسن کشی سے باز نہ آیا کسی طرح
 اک جان ناتوان تری گردن پر بار ہے
 میں کیا ہوا بھی اب تو مری ناگوار ہے
 بے موت ہے سب سے شکا اہل ہوئیں
 بنانا کہہ کا پنچے گا اگلا ضرر مجھے
 جتنا نہ چھوڑے گا کبھی یاد اگر مجھے
 تڑپائے گا گلے پہ چھری پھر چکر
 دل سے جھلانا اپنے گزشتہ دفامری
 میں جاں طلب رسید ہوں تو نے عامری

قصاب کی چھری سے جو کھجور بھائیگا
پوتوں پھلنگیا اور تو دو دوسں بھائیگا
برق دہلوی

رباعیات

(سنسکرت اشلوکوں کا ترجمہ)

جناب لالہ سورج نرائن صاحب ہر دہلوی سے کون ہر جو راقف نہیں آپ تصوف میں
اصلی درجے کی بیات رکھتے ہیں پکی تصدیق ایک بان ہو سوا کلام مہر ہو دوسرے آپ کا نظم کلام تمام
اسی رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے ذیل میں ہم انکی تازہ تصنیف کا چند قابل قدر رباعیاں طرین کی ضیافت
کام آئے گی خیرات جو کر جائے گا
خیرات سے گھٹ تیرا نہ در جائیگا
پانی دریا کا کیا اتر جائے گا؟
پانی دریا کا کیا اتر جائے گا؟
مضو غار با تو صرف کا ہے جمال
مضو غار با تو صرف کا ہے جمال
لعلت تجھ پر ہزار نعمت اسے مال
لعلت تجھ پر ہزار نعمت اسے مال
کیا خوف زدوں کو بندھتی ہے راجل
کیا خوف زدوں کو بندھتی ہے راجل
گر آج بچے تو دوسرا دن ہے کل
گر آج بچے تو دوسرا دن ہے کل
اسے تہر وہ شخص محض دیوانہ ہے
اسے تہر وہ شخص محض دیوانہ ہے
اس در سے بچھے اور کہیں جانا ہے
اس در سے بچھے اور کہیں جانا ہے
کر لیتے ہیں ہم جامہ نوزیب بدن
کر لیتے ہیں ہم جامہ نوزیب بدن
ہو جاتا ہے کہنہ جبکہ یہ ہمارے تن
ہو جاتا ہے کہنہ جبکہ یہ ہمارے تن
جو تہر مقدس میں ہے بل جائیگا
جو تہر مقدس میں ہے بل جائیگا
پانی تو بقدر ظرف ہی کئے گا
پانی تو بقدر ظرف ہی کئے گا
لیکن ملتا ہے جو تہر ہے دی
لیکن ملتا ہے جو تہر ہے دی
کوڑی لاتا ہے کوئی موتی کوئی
کوڑی لاتا ہے کوئی موتی کوئی
سورج نرائن تہر دہلوی
سورج نرائن تہر دہلوی

(باقی آئندہ)

اصول شاعری

روحان صحیح سے یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علوم و فنون اور ہر وہ چیز جس کا تعلق دل و دماغ اور خیال سے ہے اگر صحیح پیمانہ پر استعمال کیے جائیں اور ان کے وجود و تعلق ترکیب - انضباط - اور ترتیب و تفہیم وغیرہ میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ تو ان کے اثرات کا وجود تفہیمی قوت سے بھی کہیں بڑھا ہوا رہتا ہو اور اگر ان کے استعمالات میں صحت و تقیم کا لحاظ نہیں ہے۔ اور رطب و یابس اشیا کے وجود سے بھی وہ معترض نہیں ہے تو ان کا تاثر بھی کسی خاص پہلو سے متعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ حسب استناد و فاعل و افعال اس کے اثر کا بوجہ ظاہر ہوگا۔ +

پس تکمیل علوم و فنون اور ان کے اثرات کو تمام بنانے کے لئے ضرورت ہو ان کے صحیح و درست استعمال کی اور عمدہ ترتیب و تعلق کی تاکہ وہ انکی وجہ سے سقم کی حدود سے مکمل کر صحیح کہلائیں اور ان کا اثر بھی کامل طور پر ظاہر ہووے۔ - +

اوپر کے مختصر الفاظ علاوہ دیگر علوم و فنون کے خصوصیت سے اصول شاعری پر نظر ڈالتے ہیں۔ شاعری اپنی ان خصوصیات - کے لحاظ سے جو اس میں خیر یا طبیعت کی طرح داخل و حلول کئے ہوئے ہیں۔ جب قدر شکل اور دشوار تر فن ہے۔ اس سے وہ کامل الفن اور کہنہ مشق اصحاب اچھی طرح واقف ہیں۔ جنہوں نے برسوں استناد و خدمت میں رہ کر اور اپنی محنت کو انتہا درجہ پر پہنچا کر کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن موجود وقت شاعری کا عنصر جن خصوصیات پر مبنی ہے ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فن حقیقت میں اتنا مشکل نہیں ہے جبکہ کہ لوگ اسکو سمجھ رہے ہیں سچا پنچہ ہمارے ایک مقامی ہے کا خیال ہے کہ شاعری کے لئے علوم و فنون کی تحصیل لازمی نہیں ہے بلکہ کافی مشق بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر طبیعت اچھی ہے تو زیادہ مشق کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خیال جس حد تک صحیح ہے اس کا اندازہ صرف کمال فن کر سکتے ہیں۔

موجودہ وقت کے حشرات الارض شاعر۔

ہمارے نزدیک شاعری جن مخصوص ارکان اور اصول کو اپنا جزم بنائے ہوئے ہے ان کا اکثر حصہ وہ ضروری علوم ہیں جن سے انسان شرف و بزرگی اور علم کا پتلا بن سکتا ہے اور جن کے مبادی گویا اصولِ علوم ہیں۔

فنِ شعر کے علاوہ جبقدر اور علوم و فنون ہیں انکے یئے واضعان فن کے کثیر الوجود قوانین کو ضبط کر دیا ہے۔ جن کے حصول سے انسان کامل الفن بن سکتا ہے۔

لیکن فنِ شعر علاوہ اس خاص امر کے صحت و ذوق اور طبعِ سلیم کی ضرورت سے بھی مملو نظر آتا ہے۔ جو شخص ذوقِ سلیم اور طبع و قاعدہ نہیں رکھتا تو نہ شعر میں ہرگز کو کامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہستاد و مرجوم و مغفور فرماتے ہیں :

سچ ہے یہ بات کہ ہوتی ہے طبیعت انسان دین اللہ کی۔ ہے جبکہ یہ نعمت ہو عطا
فنِ شعر کی عظمت دیکھتے ہوئے یہ خیال بالکل غیر موقع ہو جاتا ہے کہ شعر گوئی کے لیے حصولِ علوم کی کوئی ضرورت نہیں۔ شعر گوئی میں جبقدر باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں۔ وہ اسکی وقعت کا لحاظ رکھتے ہوئے علوم کے وہ خاص حصے ہیں جن پر بحافظہ واقفیت کا احاطہ باقاعدہ حصول سے قبل نازیبا اور بیجا ہے۔ شاعری اور اس کے حسن و قبح پر واقف ہونے کے لیے ان خاص اصول کی ضرورت ہے جو ذیل میں مختصر التفصیل وار درج کئے جاتے ہیں۔ اور جن کے جاننے اور کامل طور پر جاننے کے لیے ضرورت ہے ذوقِ سلیم کی جس طرح شاعر اور سخن پرست شعر کی عظمت و تاثیر سے واقف ہیں اسی طرح ان کو اس کے حصول سے محبت رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ بغیر اصول کے کوئی چیز موقع نہیں ٹھیر سکتی اور جس چیز کے اصول نہ ہوں اسکی ترقی نامکن ہے ۔

فنِ شعر کی عظمت سے متعلق شعرا و کلاماء کے مختلف خیال ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دردِ سیدہ لڑکوں میں کلام جو خاص طور پر منوتر دل سے نکلتا ہے اس میں طبع و باہوا ہوتا ہے۔ مشتاقی، دلچسپی، شخص کے کلام کو چٹھا سے لے کر پڑھتے ہیں اور ذوق اٹھاتے ہیں۔ پس جس شخص کا دل چٹا نہ تھا یا وہ نہ ہو یا عشق و

و محبت سے اُس کے دل و دماغ خالی پڑے ہوں اُس کا کلام بے لطف ہو گا۔ لوگوں کو اُس کے پڑھنے میں مزہ نہیں آ سکتا۔

بعض کا خیال ہے کہ شعر میں اثر پیدا ہونا اُن کے لیے ضرورتِ حُرّان ہے و اُن کا کہیں کا وقوع ممکن ہو اور جس میں اثر و روت سے زیادہ بہانہ اور ناگنِ الوقوع و حالات سے احتراز ہے۔ اگر شعر اُن کے سر سے سرسبز و افیم آسے تو کوسوں دور ہے بعض اس طریقِ راجح میں کہ شعر کا تاثر و وسعتِ خیال اور دنیا کے اہم تعلقات منقطع ہو جائے پھر تو یہ ہے جس شخص کی خیالی قوت اعلیٰ دیتے پڑھنے والی ہو اور ساتھ ہی دنیا کے تعلقات بھی اُس سے غیر متعلق ہوں اُس کے اشعار اذیت دہنے والے ہوں اور بے ہوش ہو گئے پڑھنے والے جہم جہم آئیں گے دل چسپیاں اُٹھائیں گے مذکورہ بالا اقوال کی صورت و عدمِ صحت سے ہمیں کبھی نہیں نظر نہیں کاؤ تو قیاسی طور پر سامع و مبراؤں کو کہنے کی اجازت اُن کا کہنا ضروری ہے کہ شعر کی اچھائی یا بُرائی جو اُن کے لیے صرف ایک ہی خیال کا مضمون و مفاد ہو جاتا اور اُس میں کمال فن کا حصہ نہ ہوتا ہے کچھ بعید ہے۔ پس واقعاتِ دماغِ ان کے وقوع اور پڑاؤ کا احوال اُن کے لیے دنیا کا اہم ترین مسئلہ بن گیا ہے۔

دکھ رہا ہے و در فن او چہ کذب ایست آس او
غرض یہ کہ مذکورہ بالا اقوال کچھ زیادہ قابلِ وقتہ نہیں اور ان سب کے لیے ایک ایسی خاص چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے جو یہ تمام اقوال بھی تسلیم ہو جائیں اور جدا گانہ بھی وہ ایک قابلِ قدر اور شاعری کے لیے جزوِ مالا ینفک قرار پائے۔

آپ ذیل میں ہم اُن کی مثال کا ذکر کرتے ہیں جو شاعر کو بحیثیتِ شاعر ہونے یا شعر کہنے کے نہایت ضروری ہیں اور جن کا بغیر کسی خاصے بغیر شعر کا حسن و قبح معایم ہونا دشوار ہے۔ اُمید ہے کہ روشنیِ بصیرت سے لیکر کمالِ فن تک ان اصولِ ضروری کا لحاظ فرما کر شعر لکھا کریں تاکہ شاعری کا وہ شعر لکھیے جو نہایت کمزور اور اُس کا شعر غیرِ قبیح ہو گیا ہے۔ اصلاح پذیر ہو جائے۔

(۱) بندش کی چستی۔ شعر میں جب تک الفاظ کی بندش چست ہو شعر میں مزاج نہیں آتا ترکیب کی چستی شعر میں لطف پیدا کر دیتی ہے۔ ترکیب کی سستی شعر کے حسن کو مٹا دیتی ہے شعر اچھا ہو معنی خیر ہو لطیف استعارات و کنارات سے بھی محلو ہو لیکن بندش سست ہو ہرگز پورے لطف کا شعر نہیں ہے۔ شاعر کی طبع و قناد کے لئے بندش کی سستی نہایت برا عیب ہر حرف گرنا دہنایا اپنی اصل آواز سے متغیر ہو جانا بندش کو سست کر دیتا ہے اور علم فصاحت میں یہ بہت برا عیب ہے۔

حروف علت اگرچہ علم عروض میں ارکان بحر سے خارج ہیں اور اوزان میں ان کا لحاظ و شمار اکثر لوگوں کے نزدیک ناجائز اور غیر ضروری ہے لیکن ان کا گرنا دہنایا اصل مخرج سے غیر طریقہ پر آدیا جانا بھی عیب میں سے ہے۔ حروف علت اگرچہ فارسی و عربی الفاظ کی ترکیب میں بلکہ استعمال ہوں مگر ایسی صورت میں بھی ان کا گرنا دہن ہر طرح سے ناجائز چست بندش ہرگز ہو سست یہی خوبی ہے وہ فصاحت سے گرا شعر میں جو حرف دیا (۲) تعقید و گجلاک۔ شعر کی ترکیب کے الفاظ کچھ ایسے بے ربط ہوں جن سے شعر کا سمجھنا دشوار ہو جائے یا الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے شعر کی ترکیب و ترتیب میں فرق پڑ جائے اسی کو "تعقید و گجلاک" کہتے ہیں۔ تعقید کی صورتیں مختلف ہیں جس تحقیق میں شعر کے پڑھنے والے کو پریشانی اٹھانی پڑے اور شعر آسانی سے سمجھ میں نہ آئے وہ بہت بُری تعقید ہے۔ مثلاً مصرعہ اولی و ثانی میں کسی خاص چیز کا ذکر مقصود ہو لیکن وہ ایسے متفرق الفاظ میں بیان کیجائے کہ جسکے حروف دونوں مصرعوں میں تشریح ہوں اور مشکل سے سمجھ میں ہیں اور صاف طور پر اس چیز کا اظہار نہ ہو اس قسم کی تعقید ناجائز ہے۔ البتہ وہ تعقید جس میں کوئی لطیف اشارہ مضمر ہو باعث خوبی ہے اور بحالی صنائع لفظی و معنوی جیسی اسکی صورت ہو اس تعقید ہے۔

گرچہ تعقید بُری ہے مگر اچھی بے کہیں ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عجیب ذرا گجلاک کنایہ کا وہ حصہ جو جس میں اعلیٰ قسم کا کنایہ ہو جو دشواری سے سمجھ میں آوے۔ فصاحت

(۱) اہل علم و فن

الف و ص ل اگر تعقید و بحر میں گرجائے تو آسانہ حال کے نزدیک ناجائز نہیں ہو کیونکہ الف و ص ل حروف اصلی میں شامل ہیں کیونکہ

گجلمک کی ضد ہے۔ وہ کنا جس کا سمجھنا آسان پہلو پہ ہو گجلمک سے بدرجہا اچھا ہے۔
 گجلمک اول تو خود شاعر کو ناگوار معلوم ہوتی ہے دوسرے پڑھنے والے کو بھی بہت
 بڑی تشویش میں ڈال دیتی ہے اور پھر اس تشویش میں شاعر کا اصل مفہوم ہاتھ سے جاتا
 رہتا ہے اور شعر کا مطلب خراب ہو جاتا ہے۔

غرض گجلمک شعر کی غویوں کو متا دیتی ہے اور شاعر کو اس مفہوم و معنی خیز مضمون کو
 جو اس نے بہت سی کوششوں سے پیدا کیا ہے مٹی میں مل جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ شاعر
 لوگ شعر میں گجلمک سے بچنے کی کوشش کیا کریں اور شعر کے مطلب کو فی ذہن الشعائے
 مفہوم سے بچائیں۔ ۵

جس میں گجلمک نہ ہو تو بڑی بھیاحت ہوتی ہے وہ کنا یہ ہے جو تصریح سے بھی ہوا ولی
 (۳) متروکات کا لفظ۔ زبان ہر قرن اور ہر زمانے میں جداگانہ پہلو اختیار کرتی رہتی
 ہے پس جو الفاظ گزشتہ زمانے میں استعمال کیے جاتے تھے اور اب زمانہ حال میں اُنھی
 جگہ دوسرے اچھے الفاظ استعمال کیے جانے لگے ہیں تو شعر ارحال کو موجود الوقت الفاظ
 ہی استعمال کرنے چاہئیں۔ متروک الفاظ استعمال کرنا شاعری کے خلاف ہی چھوڑنے کے چوڑے
 الفاظ پچھلے لوگوں کی زبانوں پر زیادہ مزے دیتے تھے شعراء و فصحاء ارحال کے نزدیک یہ
 الفاظ اس وقت فصاحت میں داخل نہیں ہیں۔ ۵

ترک جو لفظ کیا اب وہ نہیں مستعمل اگلے لوگوں کی زبان پر وہی دیتا تھا مگر
 متروکات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے اہل دہلی و کھنڈ کے رسائل دیکھنے چاہئیں
 (۴) ایطار۔ ایطار چند قسم پر ہے۔ بعض اقسام عیوب میں داخل ہیں اور بعض صنعت
 میں۔ ایطار اسکو کہتے ہیں کہ ایک شعر یا مطلع میں ایک ہی قافیہ ایک ہی معنی میں مکرر استعمال
 ہوا اور اسکی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قافیہ کا پورا لفظ دو نوں مصرعوں میں ہم معنی ہونے کو ایطار جلی کہتے ہیں اور
 یہ بالکل ناجائز ہے۔

(۲) ایک ہی لفظ قافیہ اور روی دو نوں میں مشترک ہو یعنی ایک جز قافیہ میں شمار ہے

اور دوسرے ہر زمانہ میں جیسے اس شعر میں۔

وارغ الفت خزینہ پر جلے تو میر و فنیہ ہو جائے

پہری۔ دہی کے قافیہ میں خزی قافیہ ہے اور نہ ہو جائے ردیف۔ خزینہ اور فنیہ کا
اول حد قافیہ ہے اور دوسرا جزو ردیف میں شامل ہے۔ اس نظم کا ایطار اسانڈہ کے
نزدیک غزل میں ایک دفعہ اور فقیہ سے ہیں تین مرتبہ جائز ہے اس سے زیادہ جائز
نہیں ہے۔ ایطار جلی جسکے معنی آویہ بیان ہوئے ہیں۔ اور جسکی دوسری تعریف یہ
ہے کہ اگر قافیہ کے حرف روی اصل گو دور کر دیا جائے تو شعر کے دونوں قوافی کے
باقی الفاظ بمعنی رہیں۔ اسکے علاوہ ایطار کی بہت سی اقسام ہیں لیکن کمادرفن کے
نزدیک سب میں ثبری ایطار جلی سے اس سے شعر کو بچھا چاہیے۔

اگر کسی شعر میں ایطار جلی آتا ہے وہ بڑا عیب ہے کہتے ہیں اسے بے معنی

(۵) قوافی کی پابندی۔ قافیہ کی بحث ایک مشکل بحث ہے۔ قافیہ میں حرف روی کا
خیال رکھنا ضروری ہے قوافی کی صحت اول تو ذوق سلیم پر مبنی ہے دوسرے بقا
حرکات و سکونات کا لحاظ رکھنے پر موقوف۔ اکثر شعر قافیہ کی بحث سے نا آشنا ہیں۔
اور ہر ایک نہایت کار آمد و ضروری چیز ہے کیونکہ صحت شعر کی بقا قافیہ پر ہے اگر قافیہ
صحیح نہیں ہے شعر کی صحت غیر معتبر ہے۔ چونکہ یہ بحث دراطالت پسند ہے اس لئے
ہم کسی دوسرے وقت اسکو تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔

(۶) چشموز وائد چشموز وائد سے شعر کا پاک ہونا شاعر کی کہنہ مشقی پر دلالت کرتا ہے
چشموز وائد الفاظ سے شعر کا وہ حسن جاتا رہتا ہے جو خاص و جدیدہ الفاظ کی ترکیب سے
پیدا ہوتا ہے۔ چشموز وائد جو شخص طبع سلیم اور ذوق صحیح لیکر پیدا ہوا ہے چشموز وائد سے
اسے طبعاً تفریق ہوتی ہے۔

عام طور پر چشموز وائد کا صہور اور میں ہوتا ہے جن لوگوں کی طبیعت میں آہر
ہے ان کے اشعار چشموز وائد سے اکثر پاک ہوتے ہیں۔ اس قسم کا چشموز وائد معنی میں کچھ لطیف
نہ پیدا کرتا ہوا ردو میں بھرتی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شعر میں بھرتی کے الفاظ سے شعر کو

احترار واجب ہر ص

شعر میں حضور و اند بھی برے ہوتے ہیں ایسی بھرتی کو سمجھتے نہیں شاعر اچھا
(۷) تکثیر اضافت و عطف - ایک مصرعہ میں متواتر اضافت یا عطف جنکی تعداد تین سے
متجاوز ہو جائے نا جائز ہے۔ اضافت و عطف بُری چیز نہیں اور جائز طریقہ یہ ہے کہ استعمال
موتے سے شعر کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ لیکن متوالی طریقہ پر استعمال کئے جانے سے لطف
کاملاً ناپسندیدہ ہے۔ شعر اگر اس سے بھی احتراز لازم ہے۔

(۸) شتر گربہ - غزل کے اشعار میں یا قصائد و رباعی و مخمس میں چند متوالی اشعار کے
صنم میں شکم و مخاطب اور غائب کے صیغوں کا مختلف ہونا شتر گربہ ہے مثلاً ایک مصرعہ
میں یا قصیدے کے دو تین متوالی مصرعوں میں ایک جگہ تم ہو اور دوسری جگہ تو یا اول
میں آپ اور دوسرے میں خود ہو اس قسم کے الفاظ کے استعمال کو شتر گربہ کہتے ہیں اور یہ
نا جائز ہے۔ زمانہ حال کے اساتذہ نے اس کو غنائی اصول شاعری قرار دیا ہے۔ مگر اس
دور اس قسم کے استعمالات عیوب میں داخل نہ تھے۔ مگر ترقی زبان اُردو کے ساتھ کلامِ عربی
کے نزدیک ایسے استعمالات بھی قابل ترک شمار کیے گئے ہیں استاد مرحوم و محترم
فرماتے ہیں۔

ایک مصرعہ میں ہونے والے دوسرے مصرعہ میں تو
یہ شتر گربہ ہو میں نے اسے ترک کیا
(۹) واقفیت علم عروض - اُردو میں عروض کی چند بحر میں مشہور و متعارف ہیں
ان کا سیکھنا بھی شعر گوئی کے لیے ضروری ہے۔ بعض لوگوں نے عروض کے ارکان
افاعیل وغیرہ سے علاوہ دوسری قسم کے ارکان تجویز کیے ہیں۔ لیکن وہ ایسے ناگاہک
ہیں کہ تمام بحر میں پورے طور پر آ جانا ناممکن تھا۔ انبارِ بحر میں ہے سہی اک دفعہ یہ پوشش
کی جتنی لیکن عربی کے مقابلہ میں اس قسم کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔

اُردو میں عروض سے متعلق جو بحر رائج ہیں انکو ہم کسی دوسرے موقع پر علم عروض
کی شرحی سے تحریر کریں گے۔ حسن و قبح کی جانچ تو اس فن میں نہایت مشکل امر ہے لیکن نہ تو
بالا اصول کا لحاظ رکھنا شاعر پر ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ ان اصول کے علاوہ اور بھی

اصول ہوں جو اس وقت میرے ذہن میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے اس قسم کے اصول کا تال و ما حاصل صرف مذکورہ اصول ہی پر منتہی ہوتا ہے اس لحاظ سے شاعر کو انکی حفاظت نہایت ضروری ہے۔

شاعری ایک ایسا وسیع میدان ہے جس میں دنیا کی بہترین سے بہترین اشیا اور خراب سے خراب چیزیں دونوں قسم کا مواد جمع ہے۔ جو شخص اس میدان میں گزرتا ہے وہاں سے چیزیں نکالنے اور حاصل کرنے پر اسکی استعداد اور قابلیت کا اندازہ دیکھا جاتا ہے۔ اگر اچھی طبیعت پائی ہے اور اصول اور نکات راہ سے واقف ہے تو گو کہ ہرگز ہی تلاش کرے گا ورنہ حسب استعداد جیسا کچھ اُسکو ملیگا پیدا کرے گا۔ اسے اچھے بُرے کا امتیاز مشکل سے ہو گا۔ اول اندک صورت کا حصول اساتذہ کی خدمت اور کلماء فن سے سبقاً سبقاً حاصل کرنے پر موقوف ہے غرض کہ یہ فن نہایت مشکل ہے۔ بغیر طبیعت فداوار یا اساتذہ کے فیض صحبت سے حاصل کیے بغیر اسکی تکمیل و شواراز ہے۔ اُمید ہے کہ شعراء تکمیل فن سے قبل ادعا محسن کے مطیع و متفاد نہ ہوں گے۔

آغا رفیق۔ بلند شہری

ناول نویسی

یورپ میں مختلف علوم و فنون کے علاوہ ناول نویسی بھی ایک نہایت مفید اور لطیف فن شمار کیا جاتا ہے۔ ناول اپنے لکھنے والے کی دماغی قابلیت کا ایک بیش قیمت نمونہ ہوتا ہے اور اگر سچ پوچھے تو مغربی تہذیب کی ترقی کا راز بہت کچھ ناولوں ہی کے پردے میں چھپا ہوا پایا جاتا ہے۔ ناول نویسی کے ذریعے سے یورپ کی اصلاح کرنے والوں نے اس قدر نمایاں کام انجام دیے ہیں اور یورپ کے رہنے والوں کی اخلاقی۔ تمدنی۔ اور معاشرتی حالت میں اس قدر عظیم انقلابات عظیم پیدا کر دیے ہیں جو کسی اور طرح ممکن نہ تھے۔ یہ انکے ہی قلم جاودہم کے عجز کا اظہار ہے کہ اس وقت ہم یورپ بھر کو ترقی کے پہاڑوں کی چوٹی پر دیکھ رہے ہیں۔ اگر ناول نویسی کو مغربی تہذیب اور تمدن کی روح رواں کہا جائے تو نہایت ہی موزوں ہو گا۔ یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے۔

کے قابل ہے کہ انسانی خیالات کی رکاو باتوں ہی باتوں میں پلٹ دینا ایک سیدھے راستہ پر ہے۔ انہیں بے مثال و نظیر سے زیادہ اور کوئی شے مؤثر نہیں ہو سکتی جس سے مثالیں جھنڈے دلچسپ اور دلہندہ پرہیز میں عوام کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ اتنی ہی زیادہ ملہید ہو گئی اور اگر اس کے معانی کو وسعت دیں تو یہی ناول نویسی کا اصل اصول ٹھہرتا ہے۔

ناول نویسی ہندوستان میں۔ یہ ہماری بے منتہی کی ایک روشن دلیل ہے کہ جو حسینہ یورپ والوں کے لئے آپ حیات کا کام دیتی ہے ہمارے لئے زہر سے زیادہ نقصان پہنچانے والی بن گئی ہے۔ یہاں کے ناول نویسوں نے یورپ کی تقلید تو کی ہے لیکن اسوس اپنے ناول کو اس سانچے میں نہ ڈھال سکے جس میں اچھے استاد یورپ والوں کا دماغ ڈھلا ہوا تھا۔ دراصل اگر ہم بچے تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہاں وہ ایک دماغی جنون بن گیا ہے جسے صرف علم و ادب کی ہی پیشانی پر کلک کا ٹیکا نہیں لگایا بلکہ یہاں کے بچوں اور نوجوانوں سے گزر کر بڑھوں تک کے دماغ میں اپنا گنہ اثر بھروا دیا۔ خراب اخلاق تحریر اس سے زیادہ اور کیا ہو گی۔ ہندوستان خیال۔ فنانس عجائب۔ سروش سنن وغیرہ قارئین۔ شنو میسر حسن گلزار نسیم وغیرہ نظم میں پہلے مذاق کی کتابیں یہاں پیشتر سے موجود تھیں۔ اب ہر ناول نویسوں نے اپنی تحریر سے اور اضافہ کر دیا۔ موجودہ ناول جو ملک میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں فیصدی شاید ایک بھی نہ نکلے گا جس کو مغربی ناول نویسوں کے اصول کے مقابل میں پیش کیا جائے۔

یہاں تو حسن و عشق کی پرچوش داستانیں دل و دماغ پر اس قدر قبضہ کیے پڑی ہیں کہ وہاں تک میں بھی یہاں کے مصنفین کو بھی جلوہ آرائی نظر آتی ہے۔ اس برباد کر کے والی طرازی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لئے غرضتہ درکار ہے۔ ملک میں ایسے نوجوانوں کی کمی نہیں جو محض ایسی ناپاک تحریروں کی بدولت اپنی قابل قدر اور بیش بہا زندگی کو عشق و نفس پرستی کے گہرے گڑھے میں دفن کر چکے ہیں۔ جو ملک و قوم کے لئے اسیر بننے کو تھے وہ خود ہنر مند بن گئے ہیں۔ انکی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہر ناول نگار دماغی قابلیت کے رکھنے والے ناول نویسوں کی فہرست میں اپنا نام زبردستی لکھوائے کہ وہ موجود ہو جاتے ہیں۔

گویا معبود لکھا کے شہیدوں میں نام کرتے ہیں۔ فرین ناول نویسی کے اصول سے تو واقف نہیں اور لکھنا چاہیں ناول۔ کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ناول کو ایک مجموعہ ضلالت ہے کہیں ایک راجہ کی لڑکی پر ایک مسلمان سپہ سالار کا بیٹا فریقہ ہوا ہے اور اسکو مسلمان بنا کر اپنے ملک کو لے گیا۔ کہیں ایک بازاری طوائف کے عشق میں ایک شخص نے گہر بھر کو قتل کر ڈالا اور آپ پھانسی پائی۔ کہیں ایک عاشق اپنے رقیب کو قتل کرتا ہے اور بعض حالتوں میں اپنی چاہنتی معشوقہ کو بھی خاک میں ملا دیتا ہے اور انجام کا پچھلے کی سیڑھیوں پر کھڑا جاتا ہے دراصل یہ بے نتیجہ اور بے اصل باتوں کی بھونڈی رنگ آمیزیاں دکھانا۔ نوجوانان ملک کے اخلاق پر زہر کے بجھے ہوئے تیر برسانا ہے۔ جن اصحاب کی ناول نویسی کا رنگ ارباب نشا کی گالیوں اور ناز و ادوار پر منحصر ہو وہ قوم اور ملک کی کیا خاک اصلاح کرینگے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے پاکیزہ خیال اصحاب اس گندے علم ادب و لٹریچر کو نہایت ہی نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور کسی طرح نہیں چاہتے کہ یہ فخر باخلاق و خیر و اشاعت پائے۔ پچھلے دنوں کے رنگ جو ایشیائی ناظم و ناشرین کے خیموں میں داخل ہو چکا ہے اب ضرورت ہے کہ اس بوسیدہ و ناپاک فرقہ کو پھاڑ کر پھینک دیا جائے یا جلا دینا سب سے زیادہ مناسب ہے۔

وہ کتاب کیا کوئی عہدہ سبق سکھا سکتی ہے جو خود خشت باری و حسن پرستی کی تصویر بنی ہوئی ہے قومی و ملی ترقی کے لیے ناول نویسی کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ملک کو کس قسم کے ناو لکی ضرورت ہے اور ہمارے مصنفین کہانت کی اپنی دماغی قابلیت سے اس ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔ دراصل ناول نویس اپنے خیال میں آزادی کے ملک میں رہتا ہے آزادی کی ہوا میں سکا خیال نشوونما پاتا ہوا اختیار ہے کہ اپنے ناول کو کسی ملک کسی شہر کسی خاندان سے شروع کرے اور جس قسم کے منظر چاہے دکھائے وہ اس زمین کا گو یا خود مختار بادشاہ ہے جس طرح چاہے اس پر حکومت کرے۔ خواہ عدل و انصاف کی تصویریں دکھائے۔ خواہ بہادری کے پھولوں سے اپنے مہستان کو مہکائے۔ خواہ ظلم و ستم کے بھیانک نظاروں سے ناظرین کے دل دہلائے۔ وہ سب کچھ اپنے قبضہ میں رکھتا ہے جس طرز جس طریق جس وضع کو پسند کرے اختیار کر سکتا ہے۔ ناول نویس کا پہلا اصول یہ ہونا چاہیے کہ اس کے ناول سے کسی خاص

گروہ یا فرقے کی دل آزاری نہ ہو اُس کا پلاٹ حقیقت سے دور اور ناممکنات سے بھرا ہوا نہونا چاہئے۔ اصلیت اور حقیقت کسی طرح ہاتھ سے بچائے۔ جو نتائج ضروری ہیں وہ اُسکی عبارت سے صاف صاف پیدا ہوتے ہیں اور ایسی نقضا ویر ثنائی جائیں جو صورت حال سے اندرونی خبر بات کا پورا عکس دکھاتی ہوں و انتہات مسلسل ہوں بے جوڑ اور بے ربط نہ پائے جائیں۔ ناول کا ہر سین کم از کم ایک نتیجہ ضرور رکھتا ہو۔ اگر یہ نہیں تو ناول قالب بے جان ہے الفاظ ایسے پاک اور شہرے ہوں عبارت ایسی سادہ ہو کہ کم علم والا بھی اُسکو سمجھ سکے اور اُسکے دکھائے ہوئے نتیجے سے متاثر ہو جائے۔ حسن و عشق کے فروگنائے کی گھاٹیں معشوق و عاشق کی میٹھی میٹھی باتیں لکھنے کی بجائے علمی۔ اخلاقی۔ فلسفی خیالات کا اظہار آسان ترکیبوں کے ساتھ کیا جائے۔ سچ بولنا۔ وعدہ کو اٹھانا کسی کو بے سبب نہ ستانا غصے کے بڑے نتائج علم کی خوبیاں۔ غرض کہہ صد با ایسی باتیں ہیں جن کا ذکر ناول میں لطف سے خالی نہیں ہو سکتا۔ ناول نویس ایک یا ناخوش فتن ہونا چاہیے جو ساری باتوں میں موثر نظاروں کے ذریعے سے اپنے ناول کے ناظرین کو محم نیک بنا دے۔

یہ کچھ بچے جو اردو آسانی سے پڑھ سکتے ہیں اُنکو ناولوں کے دیکھنے میں بہت لچي لگتا ہے اور اگر ناول محض خلاق باتوں کا مجموعہ ہیں تو گو یاد دیکھنے والے کے نشو و نما میں زہر سرایت کر رہا ہے۔ اس لیے ناول نویسوں سے التجا یہ کہ وہ اپنے پیش فینیت وقت کو قابل قدر۔ نقضا نیت میں صرف کریں اور اس فضولیات سے قطعی پرہیز فرمائیں جو اُجکل طوفانِ تیزی کی صورت میں نمودار ہو رہی ہے۔

شیدا۔ دہلوی۔

انجمن ہمدرد سخن مراد آباد

حال میں یہ ایک جدید انجمن شہر مراد آباد میں زبان اردو کی توسیع اور اُسکی نشو و نما کے لیے تقرر ہوئی جو اُسکی بنیاد قاضی عبدالعلی صاحب غائب تلکیند حضرت فصیح الملک اڈیٹر اخبارِ ہمدرد عالم مراد آباد نے ڈالی ہے۔ اُسکی روئداد و دستور العمل قاضی صاحب موصوف کے حوصلہ خیال

کی وسعت اور جوش پھر دوی زبان اردو کا پورا پورا پتہ ہے یہی سچا ہر کوئی کہ زبان اردو کی کشتی
منجھڑھار میں ہو سکی تھوڑا بہت سہارا دینا اور اس کے پار کھانسی کی کوشش کرنا بڑے ہمدرد
اور بہت والوں کا کام ہے۔ اس انجمن کے مقاصد و اغراض نہایت تسلی بخش اور امید دلانے
والے ہیں اور جو شرائط و ضوابط مقرر ہوئے ہیں ان سے قوی امید ہے کہ یہ انجمن اپنے
دلی ارادے میں اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کرے گی۔

اس انجمن کے پیڑیٹنٹ شاعر نکتا مولوی سید فرید احمد صاحب قمار آبادی
جو نہایت قابل ستور ہیں مقرر ہوئے ہیں۔ اور قاضی صاحب موصوف اس جلسہ کے
سکرٹری قرار پائے ہیں۔ اس انجمن کا اصلی مقصد زبان اردو کی توسیع ہے اور ان تمام
انجمنوں کی جو ہندوستان میں اس بنا پر قائم ہیں یا آئندہ ہوں معین و موید ہوگی۔
تحفظ و صحت زبان میں کوشاں رہیگی۔ نیکل بہ اصول قدیم کی پابند رہے گی۔ زبان دہلی
دیکھو دونوں کی یکساں ترقی و توسیع کی کوشش کرے گی۔

مسند زبان کو باتفاق آرا مشاہیر شعرا و اہل زبان کے طے و حل کریں گی۔ اس
انجمن نے ایک ماہوار مشاعرہ کا بھی اعلان دیا ہے۔ جس کا گلہ سنے طبع ہو کر ملک کے
سانے پیش کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ

ان تمام قواعد پر نظر ڈالنے سے یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ قاضی عبدالعلی صاحب صاحب
زبان اردو کے بہت بڑی حمایت اور معاونت پر کمر بستہ ہیں جسکی بابت ہم شکا تہ دل
سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اس انجمن کے مضمون خیر مقدم کو اسکی ترقی و عمر کا سیاسی
مقاصد کی دعا پر محکم کرتے ہیں آئندہ جو حالات اس انجمن کے وقوع میں آئیں گے
و قفا و قفا حوالہ قلم ہو۔ ننگ۔ فقط

رافقہ کمترین رسا۔ شاعر دربار ریاست رامپور

شاگرد ضعیف الملک دہلوی

نوٹ۔ اس انجمن کا ہر ماہوار قیس داخل کرنے پر ہر شخص مجبور ہو سکتا ہے۔ ویکر دریافت طلب امور
بذریعہ خط و کتابت سکرٹری صاحب سے طے ہو سکتے ہیں۔

مالیجناب کنور بدری کرشن صاحب فروغ وکیل کے برابر زاوے کنور راج بہادر کرشن
خلف المصدقی مالیجناب کنور گرو کرشن صاحب دزیری مجسٹریٹ وٹس سکندر آباد کی تشریف دی میں جو اکثر دیکھنے
جوش سر میں سہر کھار عنایت فرماتے وہ بختیہ درج گلدستہ ہذا میں یقین ہو کہ ناظرین ہم سے بڑے عالی از لطف ثابت
ہونگے ہم جناب موصوف کو اس شادی کی تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں تاکہ طیر

سہرا

از تصنیف نشتی عنایت اللہ صاحب راز سکندر آبادی

<p>نیک ساعت میں گنجا ہو گل تر کا سہرا جلوہ نور خدایے ترے سر کا سہرا اے کنور راج بہادر ترے سر کا سہرا آج باندھ لے دعاؤں نے اثر کا سہرا ہے محافظ رخ زیبائے لطف کا سہرا تو نزاکت میں بھی مضمون ہو کہ کا سہرا یوں جھکا پاؤں پہ اس رشک تر کا سہرا روئے تاباں سے جو او گل ترے سر کا سہرا گل مضمون سے بنا کر ترے سر کا سہرا</p>	<p>راجہ صاحب کو مبارک ہو سپر کا سہرا لال و گوہر کا ہے یا ہے گل تر کا سہرا ہمیں رکھتا ہے رٹنے میں کہیں مثل نظیر ہاتھ پھیلاؤ وراپو لئے پھلنے کے لئے آنکھیں پڑتی ہیں زمانے کی تو خطرہ کیا ہو معنی خوبی رنگ رخ روشن ہے اگر فرق پر ہو کے فدا کیوں ہو قدم نہ نشا چھیر سی ہونے لگی بلبل پروانہ میں بلبل نغمہ سراغش ہوئی لایا ہو جو راز</p>
--	---

از جناب قاضی عنایت الدین صاحب خورشید رئیس سکندر آباد

<p>سر پہ دو لہا کے بندھا غیرت گلشن سہرا بن گیا یوں گل رخسار پہ چلن سہرا شرط یہ ہے ترا گوند سے گی سہا گن سہرا بلبل بلخ آج ہوئی دیکھ کے سدھن سہرا لوٹے یوں عارض گلزننگ کا جو بن سہرا</p>	<p>لائی ہر رنگ کے پھولوں کا جواں سہرا مصلحت مٹی رخ گلگوں کو نہ دیکھے کوئی حور کیوں پھولوں سے جھٹکے بنا کر لائی یوں تو پہلے ہی سے تھی وہ تری شادی کی پہلا گل جواقی ہیں وہ پھر مردہ میں اس حسرت</p>
--	---

ہو مبارک یہ بختے راج بہادر شادی
 پڑتی میں سہرہ پہ نوشتہ کی نگاہیں خوشید
 از تصنیف جناب منشی شوچرن داس صاحب دہلوی

بنیت گو ہے یہ اقبال کا سر پر سہرا
 گوہر و لعل سے اتنا ہے منور سہرا
 دستِ گلچیں کا یہ تحفہ ہے ترے سر نوشتہ
 رونمائی میں دلہن ملتی ہے اللہ اللہ
 روزا فردں رہے یہ جاہ و جلال نوشتہ
 محفلِ رقص کی زینت ہو دو بالا اس سے
 سب برائی ہوئے تیار جلو میں اس کے
 تاباں دو دلہا دلہن میں رہے اخلاص ہم

از منیچہ طبع و قادیان جناب کنور بدری کرشن صاحب فروغ وکیل و رئیس علم سکندریہ

جب بندہ راج بہادر ترے سر پر سہرا
 آج کس دستِ نازکت نے اسے گوند پا کر
 صفت دستِ نگاہیں ہو مبارک تجھ کو
 تائیں حسنِ خدا داد کا اللہ سے اثر
 کیوں نہ لیں بڑھ کے بلا میں مہ پویاں اسکی
 تارِ مقیش ہیں یا تارِ شعاعِ خورشید
 ہو رہا ہے عجب انداز سے تجھ پر صدقہ
 زینتِ حسنِ خدا داد کمر پر بدھی
 طرہ پر کلنی ہے اور کلنی پہ دستا کیچ
 پا کے آئینہ رخسار سے نوشتہ کے فروغ
 حوزِ جنت بھی ہے مشتاقِ جمالِ نوشتہ

گایا زہرہ نے ترانہ ہم میں اگر سہرا
 برگِ گل سے بھی زیادہ ہو سکتا سہرا
 قدرتِ حق کا نمونہ ہے یہ سر پر سہرا
 بن گیا رنج پہ ترے نور کی چادر سہرا
 چرخ سے آیا ہے انجم کا اثر کر سہرا
 گوند حکمرانی ہے مالن تر اپر زہرا
 جنبشِ باد سے اترا تاپے مرغ پر سہرا
 رونقِ افراںِ جمالِ رخ انور سہرا
 پیچ پہ پیچ ہیں اندر پیچ کے لو پر سہرا
 بن گیا انصیر و ہیم سکندر سہرا
 کہ صبارِ رخ سے چھلکے کہیں مہر سہرا

<p>شور و غوغا ہے زمانے میں سخن سنجی کا ذوق و قافیہ بھی اس عمر میں سہرہ فرخ</p>	<p>ق لکھنے بیٹھاپے یہ کون آج سخنور سہرا تو نے اُن سے بھی لگر لکھا ہو بڑھکر سہرا</p>
<p>از نتیجہ فکر خاکسار پیار سے لال رونق جشن شادی کا سزاوار نہون پر سہرا</p>	<p>آج ہے عیش و مسرت کا ترے سر سہرا رخ پر نور پہ شادی کا منور سہرا بن گیا تار شماعی کا سدا سر سہرا لائیں حویں ترا جنت سے بنا کر سہرا صدے کرتا ہے ترے مہج پہ جو ابر سہرا ہو گیا جھک کے ترے قد کے برا بھرا بھولا جاسے میں سامتا نہیں دم بھر سہرا فلکِ حسن ہے تو ماہِ مستور سہرا ہو گیا ابنِ نصیب کا سکندر سہرا ردے گلگوں پہ ہے پھولوں کا معطر سہرا بن گیا سلک جو ابر کا سدا سر سہرا</p>
<p>ایضا رخ نوشاہ پہ ہے باد بہاری سہرا تیرا وہ رتبہ اعلیٰ ہے۔ یہ منصب اسکا مہسری حسن کی کرنا ہے نظر میں تلک دیکھنے کے لیے ہر وقت تماشے جاں ہر اسی سے دُعا شرت کی لگی آج چری پھول کیا سامنے گوہر کے چھوٹی نکھوئیں سہرا چرو کی چین سہری زینتِ عارض ساغر محل جو ہے عیش و طرب چلے حیرن دندان پہ جو چڑتے ہوئی نظر میں چین رنگِ مہربانی طرب وہ بیہ جامِ می عیش طبعِ زنجیں نے عجب پھول کھلائے وقت</p>	<p>ایکے آباپے مسرت کی سلمیٰ سہرا کشورِ حسن ہے تو بہت ہزاری سہرا پھولوں کا ہوا۔ مگر بھی ہو بھاری سہرا حسن کی کرنے لگا آئینہ داری سہرا تیرے سر چمکے بنا رحمت باری سہرا سب کے ہر راج بہاد تر بھاری سہرا گلشنِ حسن ہو تو باد بہاری سہرا لطف سے کرنے لگا پودہ گساری سہرا چشمِ دشن کے لیے بن گیا آری سہرا چشمِ مجبور پہ ہے آج خماری سہرا بن گیا ظلم کے گلشن کی کیاری سہرا</p>
<p>غزل حضرت رسا وکیلِ عدالت و شاعر دربار ریاست رامپور ملائیں آنکھ وہ کیونکر کہ کج نقاب میں ہے کسی کا عکس چین ساغرِ شراب میں ہے</p>	<p>مجاہ کیا ہے نظر میں نظرِ حجاب میں ہے کہ آفتاب کی تصویر آفتاب میں ہے</p>

لگا و شرم غضب آید شباب میں ہے
 نہ بے حجاب ہے کافر نہ کچھ حجاب میں ہے
 ترا ہی جلوہ ہے یارب جو آفتاب میں ہے
 اور عربے شوق۔ تغافل اور ہر جواب میں ہے
 مجھے تو شرم گناہوں کی تجھ سے ہے یارب
 آت آئینہ بھی کبھی سامنے نہیں آتا
 یہ کوئی بات ہر اس کم سنی میں یہ پردہ
 خدے پاک کو بندوں کا پردہ رکھنا تھا
 نقاب رخ سے جو آئنی تو آنکھ بے نیچی
 خطا پر حشر میں نازاں ہوں اس لیے یارب
 پرانے دل کا ستا مارا ہے کب تکلو
 مجھے کچھ اور بھی کجنت کے سوا کھیے
 نحیف دیکھ کے محکوم کیا کوئی سوال
 جاہل میں اٹھے کہ دل میں کہاں کہاں لٹے
 یہیں شباب بھی پھری میں یاد آئے گا
 ہم اور تلخی سے کا گلہ معاذ اللہ
 نوشتہ میرے مقدر کا مٹ نہیں سکتا
 یہ طول حشر سماعے نظر میں کیا میری
 شراب پیتا ہوں تو بے کور کھ کے یہ نظر
 سوار تو سن عمر دروزہ ہے یہ بشر
 جناب شیخ اسی طرح بزم وعظ میں تھے
 سوال وصل پہ وعدہ بھی ہے تبسم بھی
 ہمیشہ کی ہے دیار پر جیسے سانی
 اثر پڑے نہ محبت کا اسکے کیا معنے
 شراب پینے سے عزت ہر بزم ساقی میں
 رسا بھی آیا ہے محشر میں داد محشر

جی اس آنکھ میں کیا ہے دلہن حجاب میں ہے
 عجیب بات تری چشم نیم حجاب میں ہے
 حضور ہے یہ نظر کا کہ تو حجاب میں ہے
 ہمارے دل کی مٹنا بڑے خدای میں ہے
 مجھے حجاب ہر کس سے جو تو حجاب میں ہے
 وہ شوخ اپنی نظر سے بھی اب حجاب میں ہے
 ترے حجاب کے دن میں جو تو حجاب میں ہے
 یہ سب میں کہنے کی باتیں کہ وہ حجاب میں ہے
 وہ بے حجاب ہے لیکن نظر حجاب میں ہے
 کہ مجھ غریب کی پرسش تری حجاب میں ہے
 یہ کس حدیث میں آیا کہ کس کتاب میں ہے
 کہ یہ تو لفظ ازل سے مرے خطاب میں ہے
 فرشتے قبر کے بولے یہ کس حساب میں ہے
 کسی کا مدح و محبت بڑے خدای میں ہے
 کہ جیسے یاد اور کہیں ہیں شباب میں ہے
 روا ہے ہلکا اگر زہر بھی شراب میں ہے
 یہ کوئی حرف غلط جو کہ اک کتاب میں ہے
 شب فراق کے آگے یہ کس حساب میں ہے
 گناہ کرتا ہوں لیکن نظر تو اب میں ہے
 سفر بے ملک عدم کا قدم رکاب میں ہے
 کہ جیسے پیر سخاں محفل شراب میں ہے
 امید و یاس کا پہلو ترے جواب میں ہے
 یہ بندگی بھی الہی کسی حساب میں ہے
 جو بقرار ہیں ہم وہ بھی منظر اب میں ہے
 گناہ کرتا بھی داخل یہاں تو اب میں ہے
 مقصود اور بھی حاضر تری جناب میں ہے

کمال دہلی

مصراع طرح
دامن عاشق بنا ہے دامن گل کا جواب

اخلاق - جناب سید اخلاق حسین صاحب بلوی

<p>نادر پڑ درو سمجھو شور بلبل کا جواب لائے تو قاصد کہیں سے غیرت گل کا جواب جان جو کھوں سے دیا میں نے نفاق گل کا جواب کچھ تو نے صیبا و آخر عرض بلبل کا جواب وہ تامل ہو تھا را یا تامل کا جواب کون کہتا ہے نبیؐ سے غیرت گل کا جواب ہم سے بڑھ کر کون دیکھا خدہ گل کا جواب کچھ نہیں آتا سمجھ میں عرض بلبل کا جواب اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا نفاق گل کا جواب کم ہوتی ہیں تری شان تغزل کا جواب</p>	<p>اشک خویش جان لورنگینی گل کا جواب م سکے آنے کی نہ آنے کی خبر تو کچھ ملے م سے کی بے اعتنائی تجھ غن طاری ہوا فصل گل میں کس خطا پر کر لیا میں کو اسیر مضطرب دل کسے دے دو نول دایہ زہریلی بار بار دیکھا ہے آئینہ میں اس کا ہم شبیہ مکے ہونٹوں کا بستم کہہ رہا ہر صاف صفا چپکے چپکے کہہ رہے ہیں غنچہ و گل باغ میں حال دل تنگ ن سے کہتا ترک ہم نے کر دیا دل کے خوش کرنے کو ادا خلق تو ہر منتقم</p>
---	--

احسان - جناب ابوالحسن منشی عبدالقادر صاحب شاہنشاہی راجست بھڑوچ

<p>سارے گلشن میں نہ نکلا کوئی اس گل کا جواب میری خاموشی بھی ہے قصور بلبل کا جواب افتخار عاشقی ہو گا تجھ تسل کا جواب بادشاہی بھی نہیں میرے تو گل کا جواب</p>	<p>اور رہے ہلکا چہلی اور رہے چہنا گلاب اب کہاں نغمہ سرائی لب پہ اک نالہ نہیں غربت عشاق ہو گی آپ ہی اپنی نظیر بادشاہوں میں نہو گا کوئی مجھ شاہد ماں</p>
---	--

پہنچ آئیں جو قیامت سن کے نالوں کو مرے	یہاں سے کہیں کوئی نہ آئے گا	شورِ مشرب ہو نہیں سکتا مرے غل کا جواب
رہ گیا صبا بھی اپنا کلچہ غلام کر	فرق اس میں تل برابر بھی نہیں جان چلاں	موسم گل میں مناجب آئے بلبل کا جواب
ہچکیاں آنا یہ بخیر تو سے بسمل کا بھی		خال شکیں آپ کا ہر شمع کے گل کا جواب
		موجو آب ہو گیا ہے شورِ قفل کا جواب

بیجان - جناب محمد سلطان مرزا صاحب دہلوی

مضطرب وہ ماں گھر بھی نہیں فرماں دینا	میرے نامے کیوں نہیں فرما دیا بلبل کا جواب
آپ بیجان آنے کرتے ہیں گلے لگائے عبت	دو ہی نظروں میں ہمیں دیا شمعے گل کا جواب

تسلیم - عالیجناب شیخ امیر اللہ صاحب، ظلمہ یادگار حضرت نسیم دہلوی

شمع تربت کا مری ہر شعل ہو گل کا جواب	سوز پروانہ ہے سوزِ داغِ بلبل کا جواب
اپنی کہتا ہے نہیں سنتا کسی میخوار کی	کہا غرض ہو کون ہے شیشہ کی قفل کا جواب
رات بھر عرض تما بیٹھے چپ سنتے رہے	اک نہیں آئی ہوئی وقتِ سحر گل کا جواب
کیوں نہیں شتاقِ نغمہ زخمِ مثل گوشتِ گل	تو کی پکیاں دل میں ہو منتظرِ بلبل کا جواب
دیکھتے تقدیر میں ہے یہ کیا کیچ و خم	دو دلدل میرا بنا ہو اسکی کاکل کا جواب
یہ فاصلے سرو ہے وہ ہے نزارِ حسن گل	عاشقوں میں کون ہے قمری و بلبل کا جواب
آپ سے جاتا رہا ہوں یا کچھ آنا نہیں	ہیجودی میری بھی ہے تیرے لٹاؤں کا جواب
روز آتی ہے قیامت ایک دن آتی نہیں	دو قوں عالم میں ہیں اسکے نکال کا جواب
غنچہ گل دونوں سنتے ہیں مگر خاموش ہیں	ایک بھی دیتا نہیں فرما دیا بلبل کا جواب
ہمسری اور اسکی زلفوں سے ملائے مار کر	دیجی ہے باوصا دعوائے شعل کا جواب
شکلِ لغزش پا ہوں اسے زاہدِ خاں پر ہو نظر	بے زبانی ہے مری تیرے توکل کا جواب
چرخِ پائے لگا کہاں شکل کشا سا شہوار	گر پالال نہ بنا بھی نعل و دل کا جواب
چھپ گیا نظروں سے سرانجامِ چڑیا چرخ	آج میرا ہو گیا میرے تزلزل کا جواب
تھے نسیم دہلوی تسلیم رشک گلشنی	آج سمجھتے ہیں ہمیں استنادِ گل کا جواب

جوش - جناب پنڈت لعلو رام صاحب لکھنوی، بیانی مدرسہ اول مدرسہ محرم پور جالندھر

یار کے رخسار کو باندھوں اگر گل کا جواب
ہیں تیرے لبھانے نازک غنچہ گل کا جواب
جان سے بھی ہاتھ دو پیٹھ گے جوت گرتیاں
گرکہ خویش نے کی ہیں کیا عجب گل کا جواب
سو سمندر میں نہاں ایک ایک قطرہ ہیں
وصل کی شب ہو چکی اب دم بخود بیٹھا ہو ہیں
خود گل ترکوبی حسن بے بقا کا غم ہے جوت

حیران - جناب محمد صادق صاحب
اک خوشی کا عوض ہے ایک ہونٹ کا جواب
دیر قاصد کو لٹی ہے یا الٹی حسیہ ہو
پڑ گئی جس پر نظر ساقی کی بے خود کر گئی
خود بخود آئے جگر تھکے ہوئے وہ میرے گھر

خلیق - جناب منشی عبدالحق صاحب دہلوی تلمیذ جناب سائل دہلوی
اُن کے عارض نے دیار نگینی گل کا جواب
پینا ہی پڑتا ہے یہ مجھ کو گزیر ناگزیر
چند روزہ دیار چن اسے جاں ملاور گھ

ذاکر - جناب شیخ برکت اللہ صاحب دہلوی تلمیذ جناب شہید دہلوی
ہی رخ نگین ترا شک چمن گل کا جواب
لکھوۃ جو رو جھکا دھتھت ہو گئے
گو غرو حسن سے ہوتا نہیں ہے بہکلام
جتنے وہ کھینچتے رہتے تڑپتی گئی بے آرزو
خون ہو ہو کر سراپا پاک ہیرا بن گیا
اوس کے قطرے نہیں ہیں پھونک کر نے ہیں گل

ناکہ دل ہو مرا فریاد ملبس کا جواب
سنبلیں کیسے بنے ہیں شبنم کا جواب
رونیوالوں ایہ ترقی ہے سزل کا جواب
دامن عاشق بنا ہے دامن گل کا جواب
چشم بینا کے لیے ہر جزو ہے گل کا جواب
میری خاموشی ہر صبح صبح کے گل کا جواب
نظر شبنم بنا ہے اشک بل کا جواب

بلیمذ جناب حسن سائل دہلوی
غیرت گل تو اگر ہے میں ہوں بل کا جواب
دیکھئے کیا رنگ لاتا ہے نال کا جواب
کیوں نہ ہو وہ چشم میگوں سا غزل کا جواب
دل گیا مجھ کو مرے صبر و تحمل کا جواب

میرا نالہ بن گیا ہے شور بل کا جواب
خون دل کو جانتا ہوں ہجرتیں گل کا جواب
کہتے ہیں دور خزاں کو موسم گل کا جواب

موبو ہے کیسے دے پرچ سنبل کا جواب
چمن پیشانی نے انہی دیدیا گل کا جواب
گل کی خاموشی ہو گیا شور بل کا جواب
مضطرب دل جو میرا سمجھے تغافل کا جواب
یوں دیا گلشن میں گل نے غمیں بل کا جواب
ہے زبان حال میں فریاد بل کا جواب

دل سے کہتے ہیں کہ وہ دلداروں کے حلیے ہیں
سورج کا رنگ ہے گلزار کا رنگ
دلداروں کے حلیے ہیں کہ وہ دلداروں کے حلیے ہیں
دلداروں کے حلیے ہیں کہ وہ دلداروں کے حلیے ہیں

اشک خونیں لہجہ کچھ کر چلتے ہی رہے	میری آنکھیں ہو گئی ہیں ساغر مل کا جواب
بجھ کر لہجہ میں بکھر کر لہجہ لینے لگا	ہر دو صوا آہوں کا میری لہجہ کا کل کا جواب
لوٹ ہے طرز سخن پر میری ذاکر کہ جہاں	خوش بیانی ہو گئی آہنگ بیل کا جواب

رحمت - جناب رحمت اللہ صاحب - بلند شہسری

پہول سے زخماں اس گلو کے ہیں گل کا جواب	اور میری فریاد ہے فریاد بیل کا جواب
ہم فضا کی نیند سوئے جب نہ لی اسے فہر	اور کیا کرتے تغافل تھا تغافل کا جواب
شور بیل میرے زخموں پر چھڑکنا چاہئے	تا ادا ہوں سے قاتل خندہ گل کا جواب
عقدہ موسے کمر ہے موجب دل بستگی	ہے سینہ سختی ہماری اس کی کامل کا جواب
اک زباں سے پوچھ لو تشریح درد و جہم زار	جز و گو کہنے کو ہے دیگی مگر گل کا جواب

فاکسار پیار سے لال رولتی دہلوی - ایڈیٹر گلہ ستہ ہذا

دارغ دل - دوح بکڑ ہیں لالہ و گل کا جواب	لغش فریادی ہوں میں لغویر بیل کا جواب
لائے کس گہر سے کوئی تیرے تغافل کا جواب	بقراری ہو نہیں سکتی ستم گل کا جواب
نا توانی میری ہر رنگ نزاکت ہو گئی	وہ جواب برنگ گل ہے میں رنگ گل کا جواب
گھونٹ پینے ہیں لہو کے یا چشم سست میں	شیشہ دل ہے ہمارا ساغر مل کا جواب
بے نیے بدلا ستم کا نزع میں چوکانہیں	پھیر کر آنکھیں دیا اُنکے تغافل کا جواب
دیکھ کر موئے پریشاں ہر گہر دہی سچ و تاب	بن گئی تارنگ جاں اُن کی کامل کا جواب
تیغ قاتل نے کھلا رکھا ہر دل میں کہ چمن	خندہ زخم جگر ہے خندہ گل کا جواب
جلوے وحدت کے نظر کے ہیں کثرت میں ہیں	صاف ہوا مینہ ہر زمیں عیاں گل کا جواب
آ رہی ہو بادۂ العنت سے حق حق کی صدا	شیشہ دل ویر بار جو شور و فغان کا جواب
کیف سستی بہر یاد و نون میں عشق پارے	دل مرا مینا ہے نہ تجھیں ساغر مل کا جواب
دل سے یاد و نون میں نکلی چراہ آتشیں	بن گیا دو دغناں گلشن میں شمل کا جواب
چشم و گردن دیکھ کر ساقی کی ہوا تہا ہوس	اک صراحی کا چراک پر ساغر مل کا جواب
الجنس بڑے لکھیں رونق پریشانی میں	شام بجاں بن گئی ہوا کی کامل کا جواب

مشیدار خاکسار چند ہی پر شاہ دہلوی ایڈیٹر رسالہ ہند

پنج درخت سے چمن میں ہو تقابل کا جواب
 آ رہا ہے چرخ سے یوں آؤ گیل کا جواب
 پوگئی کیسی چمن میں اس پنج سلجھ سے اوس
 پھانس رکھی یہاں ہزاروں گرد و غبار کی
 بارخ روضاں کا قبالہ ہو گیا مضبوط لفس
 بن گیا قطرہ بھی دریا لے سرور بخودی
 دھڑک رہیں کر گئی دل کے تری نوک مڑہ
 سوز نہاں کر لے امارا سیکڑوں ادا کی پار
 دو دو آؤ عاشقانی ثرولیدہ موز لعل بتان
 ہاے رے الفت سکھیں یہی ہر پار کا دلین
 آؤ رہی ہیں کیا چمن میں ہر طرف چنگاریاں
 شام پہنچاں ہر سحر میں واہ رسا عاقرن
 منزل دنیا میں یوں سوتے ہیں ہم آگ سے
 انہی نظروں کے تصور ہی میں مشیدار استیں

شمیم - جناب بابو چھیتل صاحب بھر پوری تلمیذ جناب شیدائے دہلوی
 آہ و شدہ لعل کی شہر قتل کا جواب
 نالہ شوریدہ ہے فریاد بیل کا جواب
 رحمت حق بن گئی میرے توکل کا جواب
 بلبل عالم میں کہاں پیدا ہو اس گل کا جواب
 اپنی حالت کا تغیر ہے تبدل کا جواب
 دیدیا حال تنیر نے تبتل کا جواب
 دامن عاقل بنا ہے دامن گل کا جواب
 ہے خیال چشم میگوں شیشہ گل کا جواب
 اپنا دو آہ ہے پیچیدہ کسبل کا جواب
 وہ سیاہی نامہ اعمال کی روشن ہوئی
 عارض رنگیں مختار بن گیا رشک چمن
 فصل گل آتے ہی وحشت نے جایا اپنا گل
 چل بسی صبح جو افی اشام پیری آگئی
 کر گئی کوئی شب بھراں پر لایا ہر رنگ

<p>بن گئی میری تھابھی تغافل کا جواب ہے ہر ادنیٰ شب غم آن کی کاکل کا جواب کل میں سہ جزو کا ہر جزو میں گل کا جواب ہے نہاں اپنی ترقی میں تنزل کا جواب بن گیا طاؤس دل اپنا بھی بلبل کا جواب</p>	<p>تم شب وعدہ نہ آئے میں تڑپ کر مر گیا یہ بلا ہے جاں پر وہ آفت پر دل کے واسطے چشم حق میں کو جزو کل ایک آما ہے نظر عمر کا بڑھنا گھٹانا ہے متنازع زیست کو دل غم کھائے اک گل خوبی کی الفت میں شمیم</p>
<p>بن گئی آخر شب غم تیری کاکل کا جواب کیا یہی تھائے سنگم اس محل کا جواب ہو گئی جو سن جوانی ساغر مل کا جواب ایک نقطہ میں نظر آنے لگے کل کا جواب چشم نے دنگس کا اور گیسو نے سنبل کا جواب</p>	<p>بڑھتی جاتی ہے ابھی سے دل کی لہجہ میں دل کے بدلے در و دل دیکر کیا مضطر مجھے کرد یا بیہوش نخل میں جمال یار نے دیکھ لے زاہد اگر چشم حقیقت کھول کر دید یا لے شوق نگزار جہاں میں بسیر</p>
<p>باغ عالم میں نہ سنبھلے پھر تو سنبل کا جواب میرا خواب مرگ ہے تیرے تغافل کا جواب لپٹے جو بن میں ہر اک ہو عارض گل کا جواب تیری آنکھیں ہیں نشیلی ساغر مل کا جواب خندہ زخم جگر ہے خندہ گل کا جواب غیر ممکن ہے مرے صبر و تحمل کا جواب جب ملے پورا محبتیں لپٹے تجا بل کا جواب گھٹتے گھٹتے ہو گئی بلبل رگ گل کا جواب شیشہ سے کو ملا اس طرح قفل کا جواب ہو اسی لہجہ میں ہو جاؤں میں گل کا جواب مل گیا دنیا میں مجھ کو حشر کے پل کا جواب</p>	<p>دل فریبی میں اگر ہو تیری کاکل کا جواب غیر سے کیا پوچھتا ہو دیکھ لے او بے خبر عشق میں کس غیرت گزار کے کھائے ہیں دلغ بیخودی ہوتی ہو پیدا دید سے اوست ناز لطف سیر گلستاں ہر سینہ مجروح میں کٹ گیا سر بھی مراقب لگراں تک نہ کی جان کر انجان بن جاؤں بھاری طرح سے آن رے سوز شعلہ غم کیا ٹھکانا ہے ترا محبو سا غریب دیا دشمن کو بچہ کی لگ گئی یہ جنونی ہے کہ سودا فی ہے سنبل ہر گڑھی سائنس کا ڈور اچلا جس دم دم شمشیر پر</p>

<p>جو دم تقریر سے اک جزو میں نکل کا جواب ہر گلی ہے غنچہ منقار بلبل کا جواب صویر محشر ہے مری زنجیر کے گل کا جواب آنکھ سے آنسو گر اسب کر تنزل کا جواب اک خوشی صبر عالی ظرف پر گل کا جواب</p>	<p>یہ سمجھتے ہیں اُسے اہل بلاغت و ہر میں سب چٹک جاتے ہیں غنچے صبا کہنی پر میں وہ ہوں دیوانہ دلف سلسل دشت میں سرچڑھا کر سنے فطروں سے گرایا جب مجھے کہنے دو کہتے ہیں جو کچھ حاسدان کہنے جو</p>
<p>چشم زکس ہے تری زلفیں میں نبل کا جواب تیغ قاتل ہو گئی میرے لیے پل کا جواب پھر بھی تم ملتے نہیں کیا اس تغافل کا جواب شان قاتل ہے یہی جزو کیا کل کا جواب اے صبا پایا کہیں بھی تو نے نس گل کا جواب ہو نہیں سکتا کہیں اُنکے تجل کا جواب</p>	<p>شکل غنچہ ہے دہن رخسار میں گل کا جواب بحر لغت سے اترنا غیر ممکن تھا مگر دین و ایمان جان و دل میں نے خدا پر کیے فخر عالم ہے رسول اللہ کی واث شریف باغ عالم میں بہت دیکھے میں شگل گل حسین ہائے وہ انداز وہ شوخی وہ حسن و لہریں</p>
<p>کاکل پر پہنچ بھی ہے اُنکی سنبل کا جواب ایک فقرے میں دیا اُس شوخ نے گل کا جواب کیا ہی برجستہ دیا ہے خندہ گل کا جواب نالہاے دل مرے فریاد بلبل کا جواب پے کمر بھی آپ کی تار رنگ گل کا جواب ہے دل پر مردہ مرجائے ہوئے گل کا جواب</p>	<p>کیا فقط ہوا عارض رنگیں رخ گل کا جواب دوستان غم مری سن کر کہا باطل غلط گل شکستہ دیکھ کر جو دہننے میں باغ میں بحر میں دیتے ہیں کٹر لے جو انان چین دنگ عارض ہی نہیں ہے غیر گل آپکا وعدہ پرایا نہیں وہ لالہ رو جو عدیل</p>
<p>آب کوثر ہو نہیں سکتا کبھی گل کا جواب غور سے دیکھو تو ہر اک جزو ہو گل کا جواب آج تک دیکھا نہیں ہم نے کرو گل کا جواب</p>	<p>باد اہل کے قصے زاہد و رہنے بھی دو ڈرے ڈرے میں چپک ہی مہر عالم تاب کی مدرسہ ہندوستان میں یوں تو عاجز ہیں</p>

عاجز جناب مولانا ابوالاتقیار سید لائق احمد صاحب رئیس سہسوان

<p>خندہ زخمیم جگر ہے خندہ گل کا جواب برگ گل لب ہیں تو رخ رنگینی گل کا جواب یہ چہ از خون جگر اُس میں شراب نہ رنگ اِس چمن میں دیکھئے آیا گل رخسار یار آج محفل میں جو وہ ساقی کرم فرما نہیں عمر بھریں نے جگر کھایا ہو اسہن پایا یا اہی بند رکھنا منہ کو میرے روئے حشر گزرے ہیں عاجز کے یاران طرہ حقیت فائدہ</p>	<p>نالہ پر شور و دل ہے شور بلبل کا جواب چشم ز گس کا ہے نلف یا سنبل کا جواب آبلہ دل کا بنایے شیشہ گل کا جواب ہو کے عاشق بن گیا ہو چشم بلبل کا جواب ہو گیا قید گلوے شیشہ قفل کا جواب مے کوئی اک جو برابر اس توکل کا جواب شور و عشر ہو نہیں سکتا مرے خل کا جواب اکون دیکتا ہے ارباب توکل کا جواب</p>
--	---

عاشق جناب محمد عاشق علی صاحب مہر ولوی تلمیذ حضرت راسخ دہلوی

<p>چشم بد دور آپ کا رخ ہے اگر گل کا جواب فضل گل آتے ہی لائی رنگ چشم فوج کا چپ رہا سکر جھانیں تو جھانیں اوکریں روکش مینائے مے جو گردن ساقی اگر اِس میں شان خاکساری امیں یوئے یا میرے پھولوں میں سجائی بزم عشرت اپنے رفقہ فضل گل ہے عاشق میری سینہ کی ہا</p>	<p>تو ہمارا بھی دل وحشی ہے بلبل کا جواب دامن عاشق بنا ہے دامن گل کا جواب تھا سنگریہ میرے صبر و تحمل کا جواب چشم میگوں ہو سراسر اغزل کا جواب ہے حکیم اپنی بھی زاہد تیری فضل کا جواب داد کیا کہنا دیا کیا محفل قل کا جواب خندہ زخم جگر ہے خندہ گل کا جواب</p>
--	---

عوث عالیجناب تیسرے محمد عوث صاحب رئیس دہلی وادرنیری مجسٹریٹ بھرتپور

<p>گو کہ ممکن ہو جہاں میں خرد او گل کا جواب جسکو دیکھا اسکو فوراً مست و خرد کر دیا یاں ہی ہوتی تو بیڑہ عاشقوں کا عرق تھا وہ اگر ہے گل پہ پھنتوں یہ گل رخسار پر سائل بوسہ ہوا اُس شاد و خوبان جو یک</p>	<p>پر حلیوں ہو نہیں سکتا توکل کا جواب اُمی چشم مست بھی ہے ساغر گل کا جواب عشق کے دیا میں جو امید ہی گل کا جواب چشم عاشق بن گئی ہر چشم بلبل کا جواب منہلی میری بنی اُسکے نول کا جواب</p>
--	---

پاکے تنہا جب ہوا سائل میں فوط شوق سے	ہنسکے فرمایا تجسرت تو وصل کا جواب
عرض مطلب پر وہ بوسے بات کو یوں ٹالکر	تیری بیٹیا بی ہوئی میرے تساہل کا جواب
تیرگی مثل شب بجران کبھی جاتی نہیں	بخت عاشق بن گیا ہوئی کئی کمال کا جواب
طول شوق صفا کی کچھ نہو جب اتہا	عقوت ہر سکتا ہے کوئی میں تسلسل کا جواب
فیاض۔ جناب فضل الدین صاحب اذکیور تھامہ۔ تلمیذ حضرت ربخو	
عارض رنگیں ہے تیر لالہ و گل کا جواب	زلف خنبر بزمیے ریحان و سنبل کا جواب
خوب سنبل کو ملی آشفہ رہنے کی سزا	بچے آیا تھا جہاں میں اُسکی کاکل کا جواب
بزم سے میں ہنسکر اُسے جام کو شراب دیا	قبضہ سے دیدیا مینا کی قلعقل کا جواب
کب یہ ممکن ہے کہ اسے فیاض نہ پائے	عشق کال میں مزارِ نوبی میں اس گل کا جواب
جناب حکیم فہر صاحب احمد آبادی	
اللہ اللہ مارے وصل کا یہ اختصار	میں سوالِ جزمیں بھی پانے لگا گل کا جواب
محوئے محوئے محسب بزم میں دل لگیا	چشم میکش ہو گئی ہے ساغر گل کا جواب
فتیس۔ جناب ہدایت اللہ صاحب تلمیذ حضرت سائل مہلوی	
کیا کہوں اسے نامہ بر لکھا ہو کیا سنے مجھے	فارے میرے ہے اس غیرت گل کا جواب
حال کہنے کا طریقہ اور ہے معشوق سے	گل سہلا کیا خاکِ تیا شو بلبل کا جواب
وہ سینوں میں ہو پکتا۔ چاہنے والوں میں	آب ہمارا ہی جہاں ہیں اس گل کا جواب
کائنات و ہر شے ساری حقیقت کھل گئی	دید و مینا سے دیکھا جزو میں گل کا جواب
بے زبانی پر ترس کھا کر گلہ بکنی باغ میں	خفجے دیتے ہیں شنگ کر شر بلبل کا جواب
عشق میں اک لیلی نازک بدن کی یہ حال	پسلیاں او فتیس میری ہیں گل کا جواب
مشتاق۔ جناب محمد مزار صاحب تلمیذ جناب بدر اکبر آبادی	
آنکھ جس سے ملتی ہے ہست پھوٹا ہوئی	دیدہ ساتی ہے گویا ساغر گل کا جواب
تیغ قاتل نے عطا کیں اس قدر گلکاریاں	ہو گیا ہر زخم میرے جسم پر گل کا جواب
وطن پر چل کر مجھے ملک عدم پہنچا گئی	تیغ قاتل ہو گئی حق میں مرے گل کا جواب

<p>جام کی صورت ہو گل اور قطرہ شہنم ہے پھول ۳ ترنخ نے کسی کی اس قدر پوچھا کہ جن ہے کسی کے سونے کا کل کی محبت رات دن</p>	<p>زنگ گلشن آج کل ہے ساغر دل کا جواب چشم بلبل میں ہوا گل شمع کے گل کا جواب کیوں نہ ہر تار نفس ہو ہمارے سنبل کا جواب</p>
<p>معجز۔ جناب عبدالرحمن صاحب قادر آبادی تلمیذ جناب رونق دہلوی نار ہائے دل نہوں کیوں شور بلبل کا جواب ہے پرستی سے ہوئے مدہوش ایسے بڑے غار زار دشت الفت میں اٹا کر دھجیان وہ تماشا گاہِ جم اس زمانہ فیضیاب پہلے تو کم فرصتی کا عذر تھا قاعدہ نہیں جانتا ہوں میں حقیقت زنگ سنبل کی جواب عشق میں تلوک بڑے معجز کس قدر خود رنگی</p>	<p>ہے کسی کا مسکراتا خندہ گل کا جواب قہقہہ دینے لگا شیشہ کی قفل کا جواب دامن عاشق بنا ہوا دامن گل کا جواب ساغر جم خاک ہو گا ساغر گل کا جواب دیکھے اب خط میں کیا لکھیں تہاں کا جواب ہم شبیہ چشم وہ۔ یہ ان کی کا کل کا جواب تذکرہ ہے مصر کا۔ دیتے ہو کا کل کا جواب</p>
<p>محرم۔ جناب منشی تلوک چند صاحب۔ از ڈیرہ اسماعیل خان میں توں کی مشکبوز لہنیں تو عارض لا لہ لک پنجہ دشت سے کچھ۔ کچھ دیر دے خوبا سے سرنگول خورشید ہے۔ ماہ میں جو داغدا باغ و نیاسے اٹھیں گے دیکھ لینا شادشا شعر طالب پر تو لے محروم محکوم و جد ہے</p>	<p>ہند کا ہر شہر ہے تاتار و کا بل کا جواب دامن عاشق نہا ہے دامن گل کا جواب کس سے بن سکے تری شان تجل کا جواب ہیں سبک روحی میں ہم بھی نہکت گل کا جواب ہے یہ طالب۔ طالب خوشگوار گل کا جواب</p>
<p>فرزا۔ جناب سید علی فرزا محرم چنگی و برادر حقیقی حجاز ادواب سید سلطان مرزا نار شبگیر ہے یاں شور قفل کا جواب سب سے بڑھکر ہو غزل اک سہی لا چل بڑا</p>	<p>چشم پرخوں ہے ہماری ساغر گل کا جواب جزو ہو سکتا نہیں فرزا کہی گل کا جواب</p>
<p>مشتاق۔ بیٹا لوی خلع مولوی عبدالعزیز خالص صاحب تلمیذ جناب رسا میں اگر خسار اس سفاک کے گل کا جواب شور محشر۔ اچھے کشتوں کے مزار دیکھی صدا</p>	<p>محبوبے زلف بھی ریحان سنبل کا جواب ایک ٹھوکر انہی ہو سکتی ہر ان گل کا جواب</p>

کیا کچھ خوب پیسہ کسی استاد نے دامن عاشق بنا ہے دامن گل کا جواب

مضطر - عالیجناب حکیم اسد علی خاں صاحب رئیس دہلی

وہ ستار اور مین - صیاد و بیل کا جواب
گل کا ہمایہ ہے بیشک اس گل کا جواب
بانگ صور حشر دہی کیا مرے گل کا جواب
گھاس ہو سکتی ہو کیونکر کی کا گل کا جواب
آپ دینگے کس طرح میرے خیل کا جواب
کاسہ ہر فلک ہے ساغر گل کا جواب
کیا ستم ہے آپ کا میرے گل کا جواب
کون سے ظالم ہیں مروں تو تن کا جواب
میری شام غم بنی ہو انجی کا گل کا جواب
کوئی دیکھتا ہو کیا میرے خیل کا جواب
چشم عاشق بن گئی ہے ساغر گل کا جواب
آپ حواں ہو نہیں سکتا کبھی گل کا جواب
کیا غم گل کو وہ کیوں دشور بلبل کا جواب
میرا ہر نحت جگر ہے شمع کے گل کا جواب
رست خیز حشر ہوگی اس تنزل کا جواب
نالاہ بلبل نہ ہو کیوں خندہ گل کا جواب
کیوں نہ ہو تیرا سخن آہنگ بلبل کا جواب

گل کا جواب
ایک غامضی ہے کیا غم گل کا جواب

ظلم اس کا صبر میرا ہے تقابل کا جواب
زیر شاخ گل ہے من عند لب راکا
میرے نالوں سے ہوا جاتا ہو عشر کو غیر
ہوں پریشان کس طرح سنبھلے نسبت دل
آپ کیونکر کر سکیں گے رشک دشمن دل سے
غور سے دیکھو زمین و آسمان کا فرق ہے
باعث جو روح ہوا کیا مرا صبر و تکب
پر شمس عرص منٹا ہو رہی ہے نقش سے
بیچی اس کی درازی روز عشرہ پر فرص
فکر میری کچھ پرے ہے عالم ادراک
گریہ خویش بزرگ بادہ مسہ نہیں
بادہ کش کیا کچھ لیں گے ہونہ جبکہ بخودی
کیوں سے فریاد بیکس کیوں کھاؤ اپنا دل
سوز و فرت سے بزرگ افکار سوزاں نہیں
اک جہاں بہم ہے تیری شمع زخار سے
زار تالی عاشقوں کچھ ہے بیوں کی ہنسی
مانتے ہیں تجکو مضطر خوشنوائے روزگار

نادر جناب محمد اسحق صاحب روشنائی فروغ تبلیذ جناب سراج بلوچی

میرے نالے دیر ہے شورش بلبل کا جواب
دیدہ مخور سمجھو ساغر گل کا جواب
میرے امکاں میں نہیں ہر تیرا گل کا جواب

تیرے عارض بن گئے رنگینی گل کا جواب
گردن ساقی صراحی دارائی ہے نظر
تیرہ بختی کے سوا میں اور کیا حاضر کروں

اڑ رہے ہیں میکدے میں سر طرف باہم شرب	دل رہا ہی چار سو سے شوق قفل کا جواب
کس نے سر پہ اٹھایا تو نے گلشن عذیب	کون دیکھا تجکو تیرے شورش و غل کا جواب
میرے اشکوں کی لڑی سلکب درنا یا کج	ابر فیاض سے بنے کیا اس قندل کا جواب
جان جھوکی دل لیا صدے ہزاروں سیکے	بے نمازی کی ادا سے تم نہ دو گل کا جواب
بات یہ ایمان کی کہتا ہو تا در سج تری	سنے دیکھا ہی نہیں اُردو تغزل کا جواب

تذکرہ - جناب مشتاق احمد صاحب تلمیذ جناب صمیم بلند شہری

طاؤر دل آہ و نالے میں جو بیل کا جواب	داغ سینہ میں مرے بڑے بکر ہوا گل کا جواب
کا کل مشکیں بڑھیں اب اُنکے عارض کھن	لو نظر آئے لکھا پھولوں میں سبیل کا جواب
آفتاب می کی گرمی رنگ لائیگی ضرور	ساغر زریں ہے زرد و ساغر مل کا جواب
وصل گر شکو نہیں منتھو کچھ صاف صاف	سادہ کاغذ ہو نہیں سکتا کہیں گل کا جواب
اُنکے گالوں کی جو شرحی لے دکھایا اپنا رنگ	باد صرصر نے نہ رکھا گلشن و گل کا جواب
ابرووں سے مصحف رخ کی تجلی ہے درخشاں	مجاوحراب عبادت میں طراقل کا جواب

تذکرہ - جناب سید سعید صاحب دہلوی تلمیذ حضرت قمر بہ ایونی

تو ہے خود رشک چمن عارض تہ گل کا جواب	آکھ رشک چشم نرگس زلف سبیل کا جواب
وہ گل گلزار خوبی ہے اگر گل کا جواب	عاشق ناشاد و نالہاں ہی ہو بل کا جواب
مجھ پریشاں سے اُچھنے کا فرا آجائے گا	بل مری تمت کے دیکھتے تیری کمال کا جواب
کیا کہے اُس بات پر جب کو نہ سمجھے آدمی	میکشوں میں کون دیکھتا ہو قفل کا جواب
رنگ میں خوشبو میں او گلگون تھا او گلگون	بہرہ ہر وہیر ادا میں دلین گل کا جواب
پھول نہیں کر رہ گئے غنچہ چاک کر رہ گئے	سوسن تر تو ہی دے فریا و بیل کا جواب
اپنے حصے کی بلانی شیخ گہرے تھے تھیں	فاقد مستی میں دیا ہنسنے تو گل کا جواب
اُن نظر بکھنچا وہ مست و بے خود ہو گیا	چشم ساقی بن گئی ہو ساغر مل کا جواب
اور تو جو جن جنوں میں کون منتنا تھا مری	میرے نالے تھے فقط زنجیر کے گل کا جواب
لیکے محمد سے میرا دل بھی لائے تم و تھا نہیں	اب نہیں کیا دود تھکا اس تجا بل کا جواب

ایک فقرے میں یا یہ حد کے لئے کا جواب	خاک کو میرے پڑھنے کے لئے لکھ دیا یا کمال
صبر سے دو ٹوکا مگر اس کے شای کا جواب	وہ جواب خط نہ لکھیں اب مجھے میں آگیا
مجرم - جناب مجھ کو کیا صاحب دہلوی تکیہ جناب رونق صاحب دہلوی	اشک خوین دہن عاشق میں گل کا جواب
نالہ پر در دہے فرما دہل کا جواب	جس کو دیکھا ایک کدے میں مبت و خود لکھا
چشم ساقی ویرجی و ساغر گل کا جواب	جام چم کو آئینہ بن جائے اسکند کا آج
ہو نہیں سکتا ہمارے ساغر گل کا جواب	کیوں کرے فرما دو راری ہجر گل میں بے
رنگ خاموشی میں پنہاں ہو تغافل کا جواب	اس میں شان عز و نکلیں - پس تنہا کی جو
یہ گلیم فقر بھی شاہوں کی فضل کا جواب	خاکو ہائے جو پر مجرم ہوئے ہیں جہیں
کس نے اندازے بیٹے میں وہ گل کا جواب	وہ جاہت - جناب جاہت حسین صاحب الخیر اصلاح سخن - لاہور
تیری موتی ہو نہیں سکتی تو قتل کا جواب	بے کہاں مسجد میں زاہد شیشہ گل کا جواب
سرد میں پیدا ہوا ہر کج سبیل کا جواب	اس ہی قامت نے چھوڑ لی زلفین شبنم
تو سن عمر مردان بنی جائے و دل کا جواب	قتل کر ڈالو جو تم مجھ کو تو میرے خون سے
بے یہ چھوٹی سی پیالی ایک خرم گل کا جواب	ہو گئے ہیں اس کی چشم مست سے کتنے ہی مست
ان کی یہ خاموشیاں میں شور مبل کا جواب	کان رکھ کر گل نہیں سنتے نہیں سنتے ذرا
آج مبل نے دیا ہے بلغ میں گل کا جواب	اشک خوین سے کھلائے ہیں عجب شریک پہلو
برہمن کے پھول پہنچے شمع کے گل کا جواب	بہر من بھی رہی ان میں ہام لاگ ڈھانچہ
وہ نہ استغنا جو اس تیرے تو گل کا جواب	چھوڑ دے سامان اطمینان پیدا کر دزا
اس ترقی میں لطف آ یا تنزل گل کا جواب	عمر بھی کیا چیز ہے جتنی جڑھی اتنی ٹھٹی
شوقیوں سے تم نہ د و صبر و تحمل کا جواب	عاشقوں کے علم پر ایسی شرارت لے لے تو
لکھی یا ہے پارے ایک مرتبہ گل کا جواب	دیکھ لو لے عاشق مضمون خط تقدیر کا
ہم نے پیدا کر لیا ہے تیری گل کا جواب	دل کے آئینہ میں اس کا عکس ہر جلد و نگ
اور وہ جاہت اور ہو کیا خاک اس گل کا جواب	عاشقوں کا نالہ و فریاد سن کر چپ ہیں دو

تاجر جناب رگناتھ سنگھ صاحب دہلوی۔

جلد تھا ہے تامل سے تامل کا جواب	ہے تو تیرے یار کی میرے غم کا جواب
تاجر جناب نواب ناظم علی خان صاحب یڈیٹر زبان اردو تلمیذ حضرت داغ	
ہم وہ عاشق جسکی لعلت عشق بلبل کا جواب	مردہ مگر وہ جس کا عارض عارض گل کا جواب
وہ تو وہ لعلت میں بیکو بھی خبر اپنی نہیں	ہے ہماری بے خودی اُسے تغافل کا جواب
داغ دل داغ جگر دونوں برابر ہیں	سچ تو یہ ہے ایک گل ہر دوسرے گل کا جواب
کس کو یاد آئی مرے اللہ مجھ میخوار کی	ہو گئی ہیں بچیاں شیشے کی قفل کا جواب
جب سے گھٹاں ہیں کسی گل کو کی تیغ عشق کے	خندہ زخم جگر ہے خندہ گل کا جواب
یاسی کہہ دو تغافل ہمیشہ ہوتے ہیں سیں	یا کوئی معقول دو اپنے تغافل کا جواب
سچ تو یہ ہے رشک گلشن تک کہنا چاہیے	پھول سے رخسار میں زمین میں گل کا جواب
ہم تو بلبل اُس گل گلزارِ غنی کے ہیں تاجر	ہو بہو صورت پر جس کی چہرہ گل کا جواب

زوار جناب ستیارتھ وار حسین صاحب ساکن جلال آباد ضلع مظفر نگر	
یہ دل پر خوں ہوا پنا ساغر گل کا جواب	نالہ و فریاد ہے مینا کی قفل کا جواب
عشق میں اس عارض نگین کے ہو کر چاک چاک	واہن عاشق بنا ہے دامن گل کا جواب
لاکھ تالیاں ہوں کریں فریاد بھی خواہانِ مہل	کون دیتا ہر دہان س شورش و غل کا جواب
دیکھنا زوار لاشاقی ہے وہ نام خدا	خلق میں ملتا نہیں اُس حامی گل کا جواب

ہمارا ارادہ ہر گز نہ سال سے اس پرچہ کہ سید ظفر صاحب سے اور بھی زیادہ دلچسپ بناؤں لیکن یہ ایک نوآوری کا کام نہیں۔
 جبکہ گفتگو کو شوق نہ کہلے اس لیے لکھیں جو کہ ہر معزز و احباب ناظرین محترمہ ہر اپنی فراخ دلی کا کامل ثبوت دیکھائی دیتی
 اور اسے کمال کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ نہ گذارتے نظر آئے۔ قدر افزا میں رسالہ میں صاحب کم از کم مبلغ پانچ روپے چندہ بطور
 حثافہ لکھے آئے ہم نامی ایک سال تک ہر دست سر پرستار معاذ میں شکوے کے ساتھ شامل ہوتے رہے جس سے نتیجے میں طرح
 ذیل پر عملات مرتب ہوں یہاں دلی ضرورت ہے یہ باتیں میں حقیقت کی۔ بابت ماہ اپریل ۱۸۸۰ء میں سیکرٹریوں کی ہر اپنی توجہ
 فوٹ پھیلے مضبوطی میں دیکھنے کے مائل کا حصہ شامل گذر رہا تھا۔ انتشار اس پر یہ کمی آئندہ کے مرتبہ پروری کو دیکھا جائے گی۔ ایسا
 سزا ضرور قابل نامہ نگار کی خدمت میں اتنا کہ ہم چاہتے ہیں کہ سالہ بھیک وقت ہر ناظرین کے قابل قدر اہلوں میں بھیجے گا کہ اسے بعض اوقات
 جس وقت غریب رسالہ نکلتے ہیں دیکھ سار بالکل تیار ہو جاتا ہے آئندہ جو صاحب بھیک کے قابل اہل ارسال کر لینگے وہ دلی ضرور دیکھا جائے گا

تاجر جناب رگناتھ سنگھ صاحب دہلوی۔
 تاجر جناب نواب ناظم علی خان صاحب یڈیٹر زبان اردو تلمیذ حضرت داغ

(تاجر)

کمال دہلی

ٹریبلڈ، تحقیقات کی غرض سے۔ اور یہ موقع کیونکر ہوا۔

دو اسپہو مسافروں نے میری جھونپڑی کے پاس سخت سفر کے بعد آرام کرنے کی غرض سے قیام کیا۔ ایک کا نام ”رمزے“ تھا اور دوسرے کا نام ”ولکات“۔

ٹریبلڈ، ”آہ میرے پورے ساتھی دلی دوست۔ کیا وہ تمہاری جھونپڑی کے پاس ٹھہرے۔“ مجھ کو اُن کا سفر ہمیشہ یاد ہے۔ جو چند ہفتہ پیشتر کیا تھا۔

”برق سمت عورت“۔ ہاں وہ میرے بوسیدہ جھونپڑے کے پاس ٹھہرے تھے اور وہ صرف ایک گھنٹہ۔ اُس وقت تک کہ اُن کے گھوڑوں نے تازہ گھاس کھائی انہوں نے ایک دوسرے کا نام لیا گفتگو کرنی شروع کی۔ تب میں نے اُن کو معلوم کیا کہ وہ کون تھے اور اپنی گفتگو کے مابین انہوں نے اتفاقاً تمہارا ذکر کیا۔

آہ۔ میرا دل کس طرح تھر تھرایا جبکہ تمہارا نام پھر ایک مرتبہ انسانی آواز میں میرے کانوں تک پہنچا۔ اور انہوں نے کچھ ایسے الفاظ میں تمہارا ذکر کیا جس سے ثوابت ہوتا تھا کہ وہ تمہارے قدیمی دوست تھے۔ انہیں کی زبانی آپ کے مسکن کا بھی حال سنا جب وہ چلے گئے تو میں نے اس واقعہ کو خدا سا زامر سمجھا۔ اور معلوم کیا کہ

تم زندہ ہو۔ اور یہاں رہتے ہو۔ لیکن تاہم میں نے وہاں سے روانہ ہونے اور تمہارے مسکن کو تلاش کرنے میں پُریش کیا۔ اس خوف سے کہ مبادا جب میں اپنے آپ کو تمہارے قدموں میں ڈالوں گی۔ تو آپ کی حضوری سے لات مار کر بچال دی جاؤں گی۔ انجام کاریں نے نہایت ہمت اور مضبوطی کے ساتھ سفر اختیار کیا اور خدا خدا کر کے خود کو آپ تک پہنچایا۔

ٹریبلڈ، ”ہیرنا تمہاری تکلیفات اُس سے زیادہ ہیں جس غلطی کیلئے تم نے توبہ کی ہے اب تم اس منع کے نیچے ایک مکان پاؤ گی جو تمہارے رہنے کیلئے ہے لیکن ایک بات اور ہے کہ مجھ سے اُس آدمی کا جس نے تمہارے ساتھ دغا کی۔ غلطی

بیان کرو۔ کہ جس سے میں خیال کر سکوں کہ آیا میں نے کبھی ایسے آدمی کو دیکھا بھی ہے یا نہیں اور اگر نہیں دیکھا ہے تو میں اسکو تمہارے بیان کروہ حلیہ سے اتفاقہ بلجانے پر شناخت کر سکوں۔

”ہیرنٹا“ خوف کے جوش میں آکر۔ نہیں نہیں رچڑ میں اس بابے میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ میں اتنا س کرتی ہوں کہ مجکو اُس سیرجی کے امتحان میں نرڈا وہیں اُن گزشتہ واقعات پر زیادہ بسر نہیں کر سکتی۔ یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ میرے دل پر پھر دیوانگی کا اثر ڈالیکا۔ یعنی وہ خیال مجکو سخت رنج دہ ہوگا۔ آہ مجکو معاف رکھو۔ مٹا رکھو۔ رتبیلڈ نے یہ ارادہ کر کے کہ آئندہ اور مناسب موقع کیلئے اُس بیان کو جبکو وہ جاننا چاہتا تھا۔ ملتوی کیا جائے۔ کہا اچھا۔ تم اسوقت اپنے آپ کو تسکین دو ”ہیرنٹا“ کچھ دیر پھر کر تم نے اپنے مکان کے نیچے میرے لئے ایک پناہ گاہ دینا کیا ہے اور میں بھی اسکو قبول کرتی ہوں۔ لیکن تم میری ناسازی حالت پر اسقدر ہرمانی کر گئے کہ مجکو حجرے میں بالکل تنہائی میں رہنے دو گئے۔ اور جوش اور شادی کی مجلسوں میں کبھی مجکو شامل ہونیکے لئے نہ بلاؤ گے۔“

”رتبیلڈ“ بات کاٹ کر بہن ایک لفظ کافی ہے تم اپنے خاص افعال کے خود مالک ہوگی اور اب مجکو وہاں چلنا چاہئے۔ کہ تم کو وہ مکان بتا دوں۔ جو اسوقت بے خاص تمہارے لئے ہوگا۔ میں بعد اسقدر جوش کے جو تم کو اسوقت ہوا ہے یہ تجویز نہیر کرنا کہ تم میری زوجہ و دختر سے آج شام کو ملو۔ کل تمہارے دل کو اُس آرام سے جسکی تم کو زیادہ ضرورت ہے تسکین ہو جائیگی۔

”ہیرنٹا“ ہاں ہماری اول ملاقات کل کے لئے رکھو۔ اور اسوقت میں ملاقات کیلئے اچھی طرح تیار ہو جاؤ گی۔ اُسپر کرنیل اپنی بہن کو ایک جڈاگانہ کوٹھری میں ڈگیا اور عمدہ بسترہ اُس کیلئے مہیا کر دیا۔ اور غلام بندگی کر کے اپنے دیوانخانہ کی طرف اپنی دختر

اور زوجہ کو لئے ہاؤس میں ہیر نکائی آمد کی اطلاع دینے کیلئے چلا

باب چہارم

ماہی گیر

ہمہ آہوان صحرائے خود نہادہ بکف

بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

اس واقعہ کے بعد جو ابھی بیان ہوا ہے اگلے دن دوپہر کو درختوں کے گنجان سایہ میں دو تیر سے چوتھائی میل کے قریب ایک نوجوان شریف دریا میں مچھلی کا شکار کر رہا تھا وہ ایک خوبصورت بلکہ تھی جہاں وہ اپنے شکار کے انتظار میں تھا۔ زمین گھاس کے گداز قالین سے ڈھکی ہوئی تھی۔ مجھکے ہوئے درختوں کی گنجان شاخوں سے جو اپنے جھلملاتے پتوں سیالوں کو چشمہ پریشان کر رہی تھیں۔ ایک کنج نامہ سرخ و غلوت بنگلی تھی۔ دن گرم تھا یعنی اس روز زیادہ گرمی تھی، آفتاب نیلگوں شفات آسمان میں چمک رہا تھا اور اگرچہ ہوا ملکہ جھوکے کے ساتھ نہیں چل رہی تھی لیکن باوجود اس گھاس کی خوشبو ہر رنگ دار پھولوں کی خوشبو کے ساتھ جو چاروں طرف کھل رہی تھیں۔ ملکہ نہایت خوشگوار معلوم ہوتی تھی۔ ماہی گیر خود ایسا تھا جسکی موجودگی اس طرف گزرنے والے مسافر کا جوش میلان اپنی طرف کھینچے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ کیونکہ ان کی شباب بہت صرف چہرے کی انسانی خوبصورتی اور رنگ و روغن اور عمدہ تناسب قد کے باعث ہی قابل لحاظ یا قابل تعریف نہ تھی بلکہ اسکی وضہ بھی درست اور موزوں تھی۔ اسکی نہایت معمولی انداز میں یہ قدرتی صفت پائی جاتی تھی۔ اور اس کے خط و خال کے اظہار دیکھنے والے پر پیل ہی نظر

میں تحکمانہ اثر ڈالنے کیلئے نہایت موزوں تھے۔ اسکی عمر قریب ۲۲ یا ۲۳ برس کی تھی۔ اس کے بال جو سیاہی مائل تھے اور اپنی تیز چمک کے سبب قطعی سیاہ معلوم ہوتے تھے۔ کیقدر و راز تھے اور اس کے طرہ دوسرے چاروں طرف باقاعدہ بل کھائے ہوئے تھے۔ اسکی آنکھیں سیاہ تھیں۔ اور دانشمندی اور انسانی لیاقت اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ اسکی سردارانہ پیشانی سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اعلیٰ فیاضانہ خیالات کبھی علم ہیکاری میں نہیں رہتے تھے۔ ایسا اندازانہ راستبازی اسپر تاج شاہی کی مانند موجود تھی۔ جو اس معمولی تاج سے بھی جو کسی بادشاہ کے سر پر ہوتا ہے زیادہ بیش قیمت تھی۔ اور باد و چوداس کے اس کے عمدہ لب نہایت خوبصورتی کے ساتھ معرفت تھے۔ اور کوئی ناوا جب فخر ظاہر نہیں کرتے تھے کہ جو انسانی بلوغت کی مناسب غفلت سے زیادہ ہو۔ اسکا چہرہ ٹھیک مطابق یونانیوں کے شکل کا تھا۔ اور تناسبت اعضا میں کوئی قصور نہ تھا اور اس کے چہرے کے آئینہ میں مردانہ روح کے خیالات پر تو انداز تھے۔ اس کی ابرو جو اس کے بالوں سے زیادہ سیاہ تھیں۔ اور بدینہ وجہ بالکل کالے تھے نہایت عمدگی سے محرابدار بنے ہوئے تھے۔ اور اسکی کشادہ پیشانی کے تشریفانہ ظہور کو ترقی دے رہے تھے۔ لیکن اگرچہ اسطرح پر گہرے خط کشیدہ تھے۔ لیکن وہ معرفت خطوط میں بے قاعدہ نہ تھے۔ اسکی مونچھیں جو ابروؤں کی مانند تھیں اسقدر گھنڈا تھیں کہ اوپر کے لب کو چھپاتیں بلکہ اور زیادہ زیر ہوتی تھیں۔ اسکی نکل مونچھیں بڑی نہ تھیں بلکہ گھونگروالی اور چمکدار تھیں۔ اور خلاف دستور زمانہ اسکی ڈاڑھی تھوڑی کے مقام سے تھوڑی سی مونڈی ہوئی تھی۔ اسکا قلبا تھا قریباً چھٹسکی لمبائی تھی اور بالکل سیدھا تھا۔ اور اگرچہ کنارے تھے۔ تاہم شانوں کے مناسب فرہی اور سینہ کی چوڑائی اور کشادگی سے اسکی طاقت اور

تذکرہ ہزار داستان

معروف بہ

نخائنہ بابریہ

مولفہ لالہ سریرام صاحب ایم اے دہلوی

قارئین نامکین کو عرض ہے کہ تذکرہ ہزار داستان کا یہ پہلا اور کمال خوبی و خوش آمدنی پر مدعوہ چھپکر آیا ہو جسکی ہر جگہ و نفاس صرف بیچنے سے تعلق نہیں ہے، اس میں تقریباً ۵۵۰ ہزار روپے نامی کا منتخب کلام مع ان کے تاریخی حالات کے درج کیا گیا ہے اور اس پر کمال مناسبت تشیدی نظر بھی ڈالی گئی ہے۔ فی الحقیقت یہ تذکرہ اسم با ستمی ہے جس میں طویلین مکرر و خوش بیانی کے چھپا اور مکرر و ترسلے سننے میں آتے ہیں اس سے بڑھکر کسی خوبی کا ادب کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس کا خلاصہ حضرت شاہ و کمرن خدا شد کلام نے اسکو مشرف قبول عطا فرما کر اپنے نام نامی پر منقون کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے جس شیعہ و سبط کے ساتھ مشرف نے اپنی و حل کے لحاظ سے اجازت کا اس میں قنہاں کیا گیا ہے اس کا عشر عشر بھی کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاسکتا۔ اسکی حاجت کا ازالہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹-۲۰ کی تقنین کے بعد صوفیہ صرف حرف (انت) و (مب) کی روئیں ختم ہوئی ہیں اس نام نہاد باب تذکرہ کو جو اپنا آپ ہی نظیر ہے۔ اگر اردو شاعری کی ایک مسلسل تاریخ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ لکھنؤ کی چھپائی نہایت عمدہ۔ جلد خوش نما اور کاغذ اعلیٰ و وسط قسم کا لگا یا گیا جو اس کے علاوہ دیگر سرورق، ڈیزائنیشن اور تصاویر سے کتاب کی قیمت دو بالا ہوئی ہے۔ اور اس کتاب کو گوشت عالیہ یعنی پھندہ مذکور کولف صاحب کی ایک گرفتار علیہ سے عزت افزائی کی ہے۔ قیمت قسم اول ۱۵ روپے۔ قسم دوم ۱۰ روپے۔ بلا جلد ۵ روپے۔ مصحف اکبر جلد اول جلد دوم و ثلثین جلد طلب فرمائیں۔ مسادا ۱۰ روپے۔ گوہر نامہ باب ۱۰ تا ۱۵ آٹھ روپے اور دست نامہ ۱۰ روپے۔ درخواستیں بہ ذیل پر آئی جائیں۔ سید منیر کمال دہلی

ذرا ب شیعہ الدین صاحب عرف امروہو زندہ دہلوی شاعر شہید قادیانی ہیں حضرت اعلیٰ دیوان انور

مقابلہ دہلوی۔ انور دہلی کے مشہور مساتذہ میں سے تھے آپ کا کلام بلند پایہ کا ہے
محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
سید منیر کمال دہلی۔ سترک جدید۔ دہلی

